ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی

डॉ. सुल्तान शाकिर हाशमी

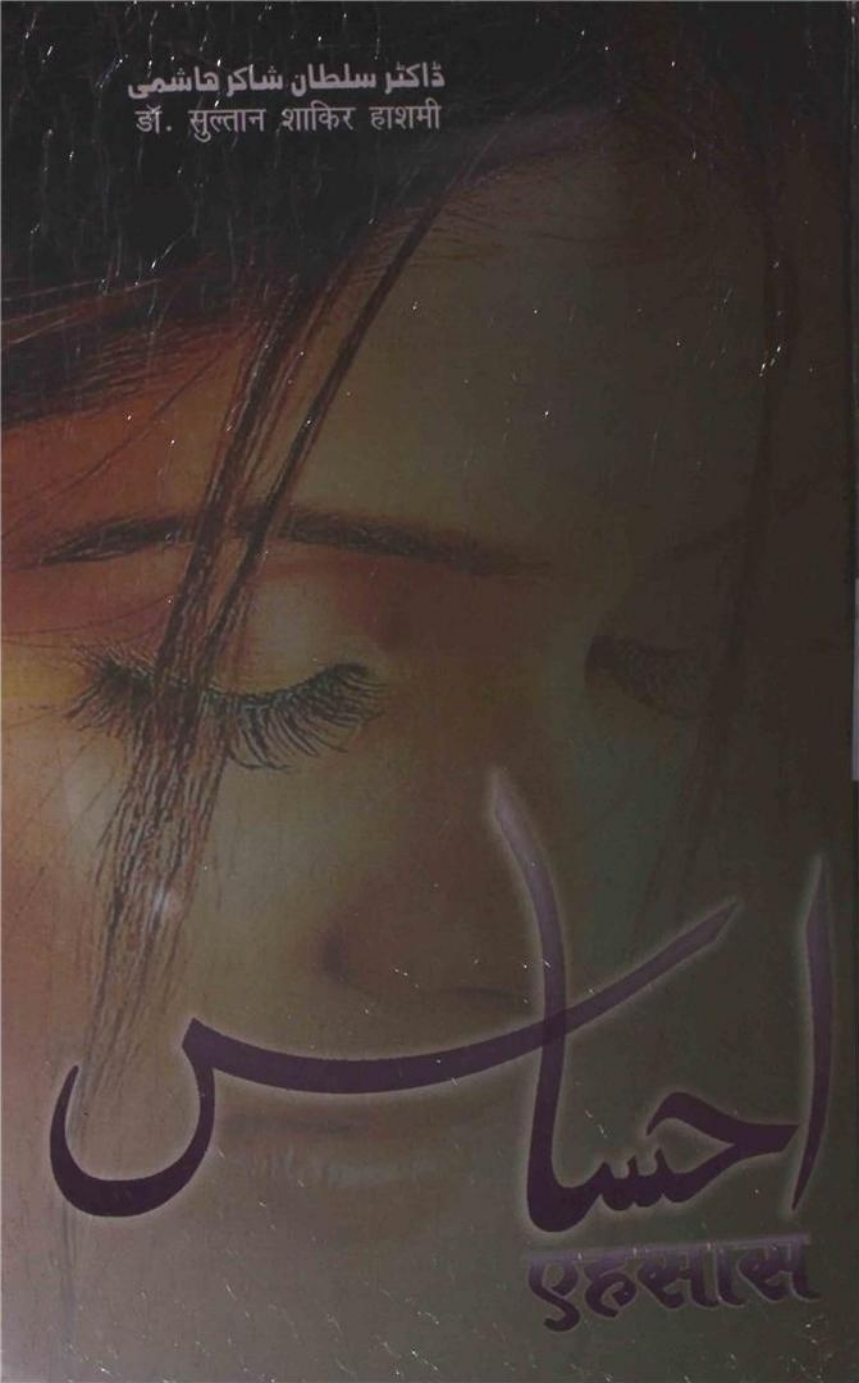

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی نے اپنی شاعری میں صحافتی تجربات، مشاہدات کو کلاسیکل روایت کی اتباع کر کے سلیس وشگفتہ بیانی کا منفرد لب ولہجہ عطا کیا ہے، ان کی شاعری میں سماج کو بہتر بنانے کا پیغام، وطن عزیز سے محبت، عشق محبت کے خوبصورت خواب، سماج کو بہتر بنانے کا پیغام، صاف وشفاف نظر آتا ہے۔ میں نے ڈاکٹر ہاشمی کی صحافتی خدمات کے اعتراف میں انھیں "پترکار گورو سمان" سے نوازا ہے اور آج شعری خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے فخر محسوس کر رہا ہوں۔

پروفیسر وشنو کانت شاستری (گورنر اتر پردیش)

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی نے شاعری میں شگفتہ، نرم وشیریں زبان، کائنات میں رونما ہونے والے حسین وجمیل واقعات، سچائی، سادگی، متانت اور زندگی کے تجربات کو ادب کا لباس عطا کیا ہے۔ جس کے لئے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

مہپال سنگھ شاستری (گورنر گجرات)

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کی شاعری کا نقطۂ نظر مثبت اور تعمیری ہے جس میں ہمدری، نیکی، محبت، لطافت، نزاکت، رمزیت، اشاریت، ایمانیت اور سلیس وسادہ الفاظ کا استعمال کر کے شاعری کو نیا پیرہن عطا کیا ہے جس کا استقبال کیا جانا چاہئے۔

پروفیسر معین الحسن چشتی

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں وہ ہندی اردو ادب، صحافت اور شاعری سے دلچسپی کے ساتھ سماجی اور سیاسی میدان میں بھی سرگرم ہیں۔

پروفیسر ہری کرشن اوستھی (وائس چانسلر لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ)

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی نے قدیم شعراء کرام کی پیروی کرتے ہوئے انتہائی دانشمندی کے ساتھ اپنی صلاحیتوں کے بل پر فکر وسخن کا آغاز کیا اور جلد ہی شعر وادب کا گوہر نایاب بنا دیا۔

کلیم الدین شمس (وزیر حکومت مغربی بنگال)

عرضِ مصنف

مصنف.....: سلطان شاکر ہاشمی

سورۃ الرحمٰن میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''ھَلْ جَزَاءُ الاِحْسَانِ اِلَّا لِاحْسَان''، یعنی: کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ بھی کچھ ہے (سورہ ۵۵۔ آیت ۶۰)

میری شعری کاوش پر جدید وقدیم علوم سے مرصّع، دین ودنیا سے باخبر جن اہلِ علم ودانش نے اپنے گرانقدر خیالات کا اظہار فرمایا ہے اور معاونین نے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے، اِن بزرگ محترم دانشورانِ قوم وملت، علم وزبان کے پرستاروں، شعری ادب میں دلچسپی رکھنے والوں، اس کی پذیرائی اور اسے مقبولیت کا شرف عطا کرنے والوں اور اس کی طباعت اور اشاعت کی منازل طے کرتے ہوئے پایۂ تکمیل تک پہنچانے والوں کو میں احساسِ احسان مندی کے جذبے سے قبول کرتا ہوں اور یہ روایت میرے نزدیک اِسی قابل ہے کہ اسے زندہ رکھا جائے۔

دبستانِ لکھنؤ کے کوچۂ وبازار، یہاں کی علمی وادبی فضائیں، قومی وملّی محفلیں، ثقافتی ماحول، سماجی حلقے، ایوانِ حکومت اور ایوان ہائے قانون، جہاں مجھے سرپرستی، محبتیں، شفقتیں اور ہمدردیاں نصیب ہوئیں مگر جن کے سبب میں یہ تو نہیں کہہ سکتا ہوں کہ میری زندگی میں کوئی انقلاب آیا۔ میں یہ ضرور کہوں گا کہ ان ہی کی بدولت میری زندگی میں گہما گہمی، افادیت، علم وزبان سے محبت، انسان دوستی اور خدمت

غزل

تری جانب بھی اِک دن اے دلِ بیمار دیکھیں گے
مگر پہلے ہم اپنے ملک کے غدّار دیکھیں گے

بڑی حسرت سے ان کو طالبِ دیدار دیکھیں گے
کبھی آنکھیں، کبھی گیسو، کبھی رخسار دیکھیں گے

تمنّا ہیں کہ جا کر ان کا گھر اِک بار دیکھیں گے
کبھی ان کو، کبھی ان کے در و دیوار دیکھیں گے

چلو اے ساتھیو، سیلاب کے تیور سے کیا ڈرنا
خدا چاہے ابھی ہم اپنا بیڑا پار دیکھیں گے

چلے آئے ہیں سب اپنے پرائے دیکھنے والے
مگر ان کو بقدرِ طاقتِ دیدار دیکھیں گے

جوانساں آج طعنے دے رہیں ہیں خوابِ غفلت پر
خوشی ہوگی اُنھیں جب قوم کو بیدار دیکھیں گے

ہمیں تو اب کسی کا تذکرہ اچھا نہیں لگتا
تمہارا ذکر ہو جس میں وہی اخبار دیکھیں گے

جنھوں نے اپنے ہنسنے کے لئے ہم کو رُلایا تھا
اب ان چہروں پہ بھی اشکوں کی ہم بوچھار دیکھیں گے

ہمیشہ سے رہا رنج و خوشی کا ساتھ دنیا میں
جنھوں نے پھول دیکھے ہیں وہی تو خار دیکھیں گے

یہ ہم سے جلنے والوں کا خیالِ خام ہے یارو
بھلا ہم اور ان کو برسرِ پیکار دیکھیں گے

سنا ہے کل امیر شہر کی تعریف نکلے گی
سویرے اٹھ کے ہم پہلے پہل اخبار دیکھیں گے

زمانے کے مسائل دیکھ کر تو تھک گئی آنکھیں
ہم اب آ کر تمہارے گیسوئے خمدار دیکھیں گے

پئے حبِّ وطن جس روز ہم اٹھینگے اے شاکر
ہمیں جرأت سے اُس دن کوچۂ بازار دیکھیں گے

میرا غم، میری آہیں میری بیچینی، میرے آنسو!
وہ سب کچھ جانتے ہیں اور پھر انجانے بنتے ہیں

نہ مرجانے کا ڈر ہے اور نہ جل جانے کا اندیشہ
نہ جانے کون سی مٹی سے یہ پروانے بنتے ہیں

عابد سہیل
۲۲/ایس پی سیکٹر-سی، علی گنج، لکھنؤ

شاکر ہاشمی بنیادی طور پر نظم کے شاعر ہیں!

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کے زندگی گزارنے کے انداز، گفتگو میں علم وادب کے رچاؤ، ملنساری، مزاج کی شائستگی، گفتگو میں نرمی اور کتابوں سے محبت پر مجھے حیرت ہوتی تھی کہ وہ شاعری کیوں نہیں کرتے۔ ان کی علمی، ادبی وصحافتی خدمات سے میں متعارف تھا لیکن ان سے بس رسمی سا تعارف تھا۔ اس لئے اس بارے میں کبھی ان سے دریافت نہیں کیا۔ مجھے اتفاق سے جب ان کی تھوڑی سی غزلیں اور چند نظمیں پڑھنے کا موقع ملا۔ وہ ایک اچھے شاعر کی حیثیت سے میرے ذہن میں نمودار ہوئے جس سے میری معلومات میں اضافہ بھی ہوا اور خوشی بھی ہوئی کہ میری حیرت بے وجہ نہیں تھی۔

ان کی نظمیں صرف حسن وعشق کی روداد نہیں بلکہ ان میں دنیا، ملک اور قوم وملت کے مسائل کی جانب ایک واضح اور مثبت نقطۂ نظر بھی ہے، جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ ملک وملت کے لئے کیسے خوابوں کو اپنے دل ودماغ میں سجائے ہوئے ہیں اور یہ صرف خواب نہیں انھیں عملی شکل دینے کے لئے وہ کوشاں بھی رہتے ہیں، اپنی تحریکوں، تحریروں اور ملکی و بین الاقوامی سطح کے سیمیناروں، مشاعروں اور ادبی

نشستوں کے ذریعہ۔ بدقسمتی سے میں ان میں اب تک شریک نہیں ہوسکا ہوں لیکن ان کی روداد سے بخوبی واقف ہوں۔

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کی ایک ادا مجھے بہت پسند ہے۔ وہ موقع بے موقع اپنا کلام نہیں سناتے جیسا کہ عام شعراء کی عادت میں شامل ہوتا ہے۔ میں نے تو ان کی گفتگو میں اب تک ان کا ایک شعر بھی ان کے منہ سے نہیں سنا۔

حسن اتفاق سے حال ہی میں مجھے ان کی ایک مشہور نظم ''مشورہ'' اور بعد میں چند غزلیں دیکھنے کا موقع ملا۔ ان پر ایک نظر ڈال کر ہی اندازہ ہوا کہ وہ بنیادی طور پر نظم کے شاعر ہیں اور ان کی غزلوں پر بھی اس کا اثر صاف نظر آتا ہے۔

ان کی اس نظم کا ایک بند اور غزل کے دو چار اشعار دیکھئے، شاید میرے اس خیال کی تصدیق ہوسکے ۔

انسانیت کا جذبۂ بیدار علم ہے
انسان کی حیات کا شہکار علم ہے
فہم و خرد کا ، قافلۂ سالار علم ہے
دشمن اگر جہل ہے ، تو تلوار علم ہے

اول سے یہ مشیّتِ حق کا نظام ہے
عالم ہے بادشاہ تو جاہل غلام ہے

اب غزل کے کچھ اشعار دیکھئے۔

انسان کے پہلو میں یہ دل بھی عجب شے ہے
دنیا میں بھی کام آیا، عقبیٰ میں بھی کام آیا

ہر موڑ پہ مظلوم کے ہمراہ ملیں گے
ہم جبر و تشدد کی حمایت نہیں کرتے
اپنے انجام کا کیا ہوگا انھیں اندازہ
حق پرستوں کو جو سولی پہ چڑھا دیتے ہیں
ایسے کردار کی تشریح سے قاصر ہے زباں
اپنے محسن کو جو دانستہ بھلا دیتے ہیں

عشق کی راہوں پہ گر چلنا پڑے دو چار گام
مات کھا جائیں فرشتے بھی بشر کے سامنے

ان کا شعری مجموعہ ''احساس'' جو میرے پیش نظر ہے۔ جسے دیکھ کر میں کہہ سکتا ہوں کی شاکر ہاشمی شعری افق پر اُبھرنے والے ان شعراء میں شامل ہیں جن کے شائستہ کلام نے شاعری کو وقار و اعتبار بخشا ہے۔

مرحومین میں ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی صاحب کی خوبیوں کے معترف مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، علی سردار جعفری، محمد عثمان عارف نقشبندی، پروفیسر نورالحسن ہاشمی، مجروح سلطان پوری، کیفی اعظمی، خمار بارہ بنکوی، پروفیسر محمد رضوان علوی،

سید شاہ فاروق عطا، پروفیسر آل احمد سرورؔ اور شفقؔ شاہ چشتی تھے اور زندوں میں فیروزؔ نظامی، ڈاکٹر بی ستیہ نرائن ریڈی، ڈاکٹر بی این پانڈے، پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ، متھر اپرشاد سنہا، کرشن بہاری نورؔ، عرفانؔ صدیقی، عمرؔ انصاری، ڈاکٹر عتیق احمد برقیؔ، پروفیسر ایس۔ایم رائزادہ، شمس بھارتی نگرامی، ڈاکٹر اقتدار حسین فاروقی، محمد عثمان غنی، پروفیسر خان محمد عاطف جیسے ممتاز افراد شامل ہیں جنھوں نے تفصیل سے ڈاکٹر ہاشمی کے فن اور شخصیت، ان کی ادبی، سماجی خدمات پر روشنی ڈالی ہے جو کہ اپنے آپ میں مکمل اور جامع ہے جس پر میں مزید گفتگو کی ضرورت نہیں سمجھتا ہوں۔

حسن اتفاق سے ایک موقع پر شاکرؔ ہاشمی صاحب کے دولت کدے پر ایک جلسے میں شرکت کا موقع ملا۔ اس وقت تک میں ان کے دولت خانے سے بھی واقف نہ تھا، اس جلسے میں دورانِ گفتگو ایک نیم سیاسی اور نیم سماجی مسئلہ زیر بحث آیا جس میں شرکت کرنے والوں میں ڈاکٹر منصور حسن، ڈاکٹر اقتدار حسین فاروقی، محمد عثمان غنی اور متعدد اہل علم موجود تھے۔ ڈاکٹر شاکر ہاشمی صاحب نے بحث میں جس طرح حصہ لیا اور مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر جس طرح روشنی ڈالی اس نے سب کو متاثر کیا۔

میں ڈاکٹر شاکرؔ ہاشمی صاحب کو ادبی وصحافتی خدمات کے لئے مبارک باد دیتا ہوں اور مجموعہ کی کامیابی کے لئے نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔

عابد سہیل

عثمان غنی ہاشمی
سابق ایڈیٹر۔ روزنامہ قومی آواز، لکھنؤ

شاکر ہاشمی میں

ہر سمندر کا ساحل بننے کی خداداد صلاحیت ہے

کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کو نہ جانے۔ کہتے ہیں کہ اصفہانِ نصف جہان۔ سلطان شاکر ہاشمی کو جاننا بھی گویا نصف لکھنؤ سے تعارف حاصل کر لینا ہے۔ اس لیے کہ ان کی ایسی فعال، سرگرم اور مختلف النوع میدانوں میں کام کرنے والی شخصیت لکھنؤ میں کم ہوگی۔ سیاست داں ہوں کہ بیوروکریٹ، مذہبی رہنما ہوں کہ عالم و ادیب، روٹری کلب ہو کہ میلاد النبیؐ کے انتظام کے متعلق منتظمین کی کمیٹی، سیمینار و اہم جلسے، صحافت اور شاعری میں ہر جگہ آپ کو سلطان شاکر ہاشمی سرگرم بھی نظر آئیں گے اور مقبول و ممتاز بھی۔ ان کا گھر ایک ایسا مرکز ہے جہاں ہر طبقہ اور ہر مکتبۂ فکر کے لوگ آتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے اور تبادلۂ خیال کرتے ہیں۔ ان میں وہ حضرات بھی ہوتے ہیں جنھوں نے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر رکھی ہے اور ایسے لوگ بھی کہ جو روشناس اور مشہور ہیں۔ وہ جو جلال الدین رومی نے بانسریٰ کی زبان میں کہا ہے کہ ؎

من بہر جمعیتے نالاں شدم ☆ جفت خوش حالاں بد حالاں شدم

تو یہی حال سلطان شاکر ہاشمی کا ہے۔ ''سفیر و میر و وزیر و جناب شیخ کبیر'' سب ان کے گھر پر آپ کو مل جائیں گے اور ان سب کے گھروں یا ان کے منعقد کئے ہوئے جلسوں میں سلطان شاکر ہاشمی مدعو اور شریک ضرور ہونگے۔

شاکر ہاشمی میں ہر سمندر کا ساحل بننے کی خداد صلاحیت ہے یہ ان کی شخصیت کے ان پہلوؤں پر دال ہے جو ہر ایک کے دُکھ درد میں شریک ہونے سے لے کر ہر اچھے کام میں ہاتھ بٹانے کے جذبے سے تعلق رکھتے ہیں۔

راقم السطور کی واقفیت بھی ان سے اب تو اچھی خاصی پُرانی ہے اور اس دوران یہ منکشف ہوا کہ ان کی شخصیت کا تابناک اور جان دار پہلو تواضع اور ادب نوازی ہے۔ میں نے ان کو کبھی کسی ضرورت یا کام میں نہیں کہتے نہیں دیکھا۔ اگر کوئی بھی ان سے ملنے جائے تو یہ محسوس کر کے واپس آئے گا کہ وہ ایک اچھے اور نیک آدمی سے مل کر آرہا ہے۔ یہی پہلو اُن کی مقبولیت کا سب سے بڑا سبب ہے۔ کہتے ہیں کہ سمجھ دار لوگ ناسمجھ یا برخود غلط لوگوں کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن سلطان شاکر ہاشمی خواہ کسی ایسی مذکورہ شخصیت سے کیسے ہی بدخط کیوں نہ ہوں لیکن زبان اور انداز سے اپنے مخاطب کو اس کی خفیف الحرکاتی کا احساس نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ شخصیات اور امور و معاملات میں ان کی رائے نہیں ہے۔ ہے اور ہمیشہ ان کی نپی تلی رائے ہوتی ہے لیکن اس کا اظہار وہ اس وقت تک نہیں کرتے جب تک کہ بے حد ضروری نہ ہو جائے۔

ان کی تنظیموں میں سے ایک ''میڈیا فاؤنڈیشن'' خاصی مشہور و معروف

خلق کی فکر، حُب الوطنی کا جذبہ، شعر وادب کی خدمت کرنے کی سوچ ضرور پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے میں اپنی زندگی کے گرد وپیش گھومنے والے ماحول کا احسان مند ہوں، جس نے منزلیں طے کرنے کا حوصلہ اور جذبۂ کامرانی عطا کیا۔

قرآن کریم کی سورۂ رعد کے اندر پانی کے بہاؤ کی مثال دی گئی ہے کہ کس طرح بپھری ہوئی ندیاں سب کچھ بہالاتی ہیں، لیکن ان میں وہی کچھ نفع بخش ہوتا ہے۔ جو زمین میں جذب ہوجاتا ہے۔ ہم سب کی زندگیاں دریا کا ایک بہاؤ ہیں جو خس وخاشاک سے بھری ہوئی اور جس میں سب کچھ بہا چلا جارہا ہے۔ لیکن نفع بخش وہی کچھ ہے، جو زمین میں سرایت کرگیا اور جن سے کہیں کوئی شجر سایہ دار، پھولوں کا کوئی پودا رونما ہوگیا اور یہ ممکن ہوتا ہے، ان ہواؤں کی سرپرستی سے جو زمین کے لئے خاص فضا ہموار کرتی ہے اور یہ شجر اور پھول اس کے مرہونِ منّت ہوتے ہیں بقول ڈاکٹر علامہ اقبال کے:

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندہ صحرائی یا مردِ کوہستانی

اصل میں انسانی زندگی سیلابوں سے اتنی فیض یاب نہیں ہوتی، جتنی کہ پیہم برسنے والی بوندوں سے، چھوٹے چھوٹے سماجی کارکن، نوخیز شاعر وادیب اور صحافی، نوجوان علم وزبان کے قلم کار اصل میں یہ وہ بوندیں ہیں جو مرجھائی ہوئی علم وادب کی کھیتیوں کو لہلہا سکتی ہیں، ہماری آج کی افتاد میں انھیں بوندوں کا قحط ہے اور اگر ہے بھی تو تعصب کا شکار ہے، علم وادب کے مستقبل کے لئے ضرورت ہے،

ہے اور صحافت ان کے شغف کی آئینہ دار ہے۔ ایک مدت تک راقم السطور ان کو صحافت سے دلچسپی رکھنے والی شخصیت کی حیثیت سے ہی جانتا رہا اور یہ راز خاصے دنوں بعد کھلا کہ وہ نہ صرف شاعری میں دلچسپی رکھتے ہیں بلکہ خود شاعر بھی ہیں۔ ان کے اشعار پڑھنے اور سننے کا موقعہ ملا۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاکر ہاشمی شعر گوئی کے ان متنوع تقاضوں سے نہ صرف رسمی طور پر عہدہ برآ ہوتے ہیں بلکہ شعوری طور پر بھی اس کا احساس رکھتے ہیں۔ وہ اپنے احساس اور تنقیدی شعور کا اظہار کبھی شاعرانہ تعلّی کی صورت میں کرتے ہیں کبھی دعائیہ لب ولہجہ میں اور کبھی چشمک اور باہمی آویزش کے انداز میں۔ اس سے ان کا ہر شعری نقطۂ نظر تنقیدی تعبیرات کا متقاضی ہے ان کے اشعار دیکھیے۔

یہ پوچھئے کہ سجدہ کیا کس کے واسطے
مجھ سے مرا طریقہ عبادت نہ پوچھئے

جنھیں تعلّیٔ کون ومکاں جھکا نہ سکی
وہ سر حضورِ محبت جھکائے جاتے ہیں

یہاں ان کی شاعری کا تجزیہ کرنے کا نہ موقع ہے اور نہ اس کی ضرورت! لیکن یہ حقیقت ہے کہ کوئی شاعری کرتا ہے تو یہ اس کے سلیم الطبع اور سلیقہ مند

ہونے کی دلیل ہے۔ شاعری ایک شریف فن ہے اور شاعر کا ظاہر خواہ کیسا بھی ہو لیکن اس کا باطن انسانیت کے درد سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ یہاں تو ظاہر بھی عمدہ ہے اور شاعر ہونا منجملہ دوسری باتوں کے اس بات کی بھی دلیل ہے کہ باطن بھی انسانیت نواز ہے۔ ان کا تیسرا مجموعۂ کلام شائع ہو رہا ہے۔ پڑھنے والے پڑھیں گے اور اپنی رائے قائم کریں گے۔ مجھے تو یہی اُمید ہے کہ ان کی شاعری پڑھنے والے افراد کے لیے بھی باعث تسکین ہوگی اور معاشرے کے لیے بھی کارآمد اور مفید ہوگی۔

میں اپنی علالت کے باعث نہ دماغ کو پوری طرح متوجہ پاتا ہوں اور نہ انگلیوں میں اتنی طاقت پاتا ہوں کہ کوئی طویل مضمون لکھ سکوں۔ پھر یہ بھی ہے کہ شاعر اور قاری کے درمیان بہت دیر تک حائل نہیں ہونا چاہئے۔ اس لیے قارئین سے استدعا ہے کہ وہ تھوڑے لکھے کو بہت جانیں۔ میرے پاس تو بس ان کے لیے دُعا ہی دُعا ہے۔

عثمان غنی

خیالی گنج، لکھنؤ

کرشن بہاری نورؔ
سرپرست بزمِ نور، لکھنؤ

ایک خوش فکر انسان۔ شاکر ہاشمی

صاحبانِ اقتدار و ثروت سے ہمیشہ قریب لیکن موجودہ سیاست سے بہت دور ایک خوش فکر انسان جن کے یہاں فیاضی، شاہ خرچی، مہمان نوازی، انسان دوستی، ملنساری، حق گوئی اور ایمانداری کے اعلیٰ اقدار دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جنھوں نے دورِ حاضر میں زبان و ادب، صحافت و شاعری کی خونِ جگر سے آبیاری کرتے ہوئے کچھ انسانی قدروں کے اعلیٰ نمونے قائم کئے ہیں۔ وہ نام ہے میرے چھوٹے بھائی ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کا جنھیں میں عرصۂ دراز سے جانتا پہچانتا ہوں۔ جہاں وہ خاموش طبیعت اور ہردل عزیز انسان ہیں وہیں ایک معتبر شاعر بھی ہیں۔ انھیں حالات و جذبات کی عکاسی کا فن معلوم ہے اور اسے برتنے کا ہنر بھی۔ اِن کی شاعری لکھنوی انداز اور کلاسیکت سے ہم آہنگ ہے اور یہ بڑی بات ہے۔ دراصل شاعر وہی بڑا ہوتا ہے جو شاعری کے رموز و نکات اور عوام کے حساس مسائل کو بخوبی سمجھتا ہو اور اپنے افکار شاعری میں ڈھالنے کے فن پر قدرت رکھتا ہو۔ اگر شاکر ہاشمی کی شاعری کا احاطہ کیا جائے تو ان کے یہاں ایسے اشعار ہیں جو لفظیات، اشارے و کنائے اور تشبیہات کی شکل اختیار کر کے شاعری کو وقار بخشتے ہیں اور یہی فن عام سے عام خیالات کو بھی بامعنی بنا دیتا ہے۔

محترم شاکر ہاشمی ایک طرف صحافت اور شاعری کے ذریعہ اُردو ادب و زبان کی خدمت انجام دے رہے ہیں تو دوسری طرف نشستوں، مشاعروں اور سیمیناروں کے ذریعہ عوام کو بیدار کرنے اور صاحبانِ اقتدار کو جگانے کی مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں اور حوصلہ افزائی کے لئے شاعروں اور ادیبوں کو ان کی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اعزازات سے نوازتے

ہیں تا کہ انھیں حوصلہ شکنی کا احساس نہ ہو۔ انھوں نے مجھے بھی ایسے ہی اعزازات سے نوازا ہے ایک "علامہ نیاز فتح پوری" ایوارڈ جو گنگا پرساد میموریل ہال میں منعقد ایک سیمینار جس کا عنوان تھا "جنگ آزادی میں اردو شاعری کا کردار" اس کے بعد مشاعرہ کا اہتمام کیا گیا تھا اس تقریب میں میرے علاوہ انعام پانے والوں میں محترم علی سردار جعفری، حیات اللہ انصاری، پروفیسر رگھونش رائے اور شفق شاہ چشتی وحیات وارثی شامل تھے۔ دوسرا "نانک چند عشرت ایوارڈ" جو امین الدولہ پارک کے وسیع میدان میں منعقدہ ایک تاریخی جلسہ سیرت النبیؐ میں دیا گیا، جس کے چیرمین ڈاکٹر ہاشمی تھے جو میری زندگی کا بہت اہم ایوارڈ ہے، جہاں کی خاک کا احترام ہم فرض سمجھتے ہیں تو اُس کی بارگاہ میں اعزاز.....اور اس کے بعد میرے دوست ورفیق اور اردو کے منفرد لب ولہجہ کے شاعر تسلیم فاروقی کے بیرونِ ملک کے مشاعرے سے واپسی پر اور مجھے نہ جانے کیوں .....؟ استقبالیہ اور اعزاز سے نوازا گیا جو انٹرنیشنل روٹری کلب کے ذریعہ منعقدہ ایک مشاعرے کی تقریب میں جسے ڈاکٹر شاکر ہاشمی نے منعقد کیا تھا نیز جس کی صدارت جسٹس ایس۔سی۔ ورما لوک آیکت اتر پردیش نے کی تھی۔ میں صرف اسے اپنے بھائی اور دوست ڈاکٹر شاکر ہاشمی کا محبت بھرا نذرانہ مانتا ہوں اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ذرّے کو آفتاب بنانے کا فن انھیں خوب آتا ہے۔ میں دنیا میں کہیں بھی کسی بھی اعزاز سے نوازا جاؤں مگر لکھنؤ میں ملنے والی خاک بھی میرے لئے اہمیت رکھتی ہے۔

مجموعی اعتبار سے میں کہہ سکتا ہوں کہ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی۔ علم وادب کے لئے، لکھنؤ کی تہذیب وثقافت کیلئے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مجھے پوری امید ہے کہ ڈاکٹر شاکر ہاشمی کی زندگی اور شاعری ہمیشہ روشنی بکھیرتی رہے گی اور ادبی حلقوں میں ان کی مجموعی خدمات کی خاطر خواں پذیرائی ہوتی رہے گی۔

کرشن بہاری نورؔ

مہیش پرساد اسٹریٹ، لکھنؤ

پروفیسر خان محمد عاطف
صدر۔ شعبۂ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ

بامروّت اور وفا شعار شاکر صاحب

مجھے یاد نہیں کہ میری شاکر صاحب سے کہاں اور کیسے ملاقات ہوئی اور ہوئی بھی تو ایسی کی ابھی تک دوستی برقرار ہے۔ مجموعی طور پر ملنسار، خوش اخلاق، تعلقات میں غم خوار اور ہمیشہ صدا بہار رہنے والی شخصیت، وہ بامروّت بھی ہیں اور وفا شعار بھی، ایک اچھے صحافی اور ادیب بھی، مختلف انجمنوں کے روح رواں بھی، وزرائے اعظم، وزرائے اعلیٰ، گورنروں اور افسروں کے دوست، پردیسی اور دیسی شاعر و ادیب نواز، قوم و ملت کے لئے دردمند انسان، علم و ادب کا روشن مستقبل، بہت سی کمیٹیوں کے سرپرست، نگراں، ممبر اور وہ ہمہ وقت مصروف رہنے والی ہر دل عزیز شخصیت ان کی پُرکشش شخصیت کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ از راہِ انکساری شفاعت کمیٹی میدانِ حشر کی ممبری سے اجتناب کر کے نکل گئے ہیں۔ ورنہ وہاں..... بھی کچھ کام آسکتے تھے۔ گویا کی پوری طرح جدوجہد کرتے ہوئے عوامی مسائل سے وابستہ رہتے اور اس کے حل کے لئے ہر ممکن کوششیں کرتے رہتے اور یہی جدوجہد اُن کو مقبولیت بھی بخشتی ہے اور انفرادیت بھی۔

بہر حال یہاں ان کی شاعری کے بارے میں کچھ اظہارِ خیال کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ ان کی زندگی اور شخصیت پر پھر کبھی گفتگو کریں گے۔ میں نے ان کا پہلا مجموعہ "تلاش" دیکھا تو ان سے کہا کہ کوئی میدان تو حریفوں کے لئے چھوڑ دیا ہوتا۔ ہر میدان کی طرح شعر و ادب کی دنیا میں بھی، جدید لب ولہجہ کی اصطلاح کے قیدی شاعروں کو آپ پھر شرم سار کریں گے لیکن انھوں نے میری ایک نہ سنی۔ اور یہ سلسلہ تیز رفتاری کے ساتھ جاری و ساری رکھا۔

شاکر صاحب کا تیسرا مجموعہ شائع ہونے جا رہا ہے اس کے کلام پر نظر ڈالی تو

اندازہ ہوا کہ ان کی شاعری میں آبلہ پائی، ملک کی موجودہ خونریزیوں کی لائی کے ساتھ ہی مایوسی کی جگہ نئی اُمنگیں موجیں مار رہی ہیں۔

نقاب پوشی کے بجائے نقاب کشائی انھیں زیادہ بھاتی ہے۔ دیکھئے کیا کہتے ہیں جناب۔

آج میخانے میں ساقی نے اٹھائی جو نقاب
سب نے پیمانہ کو ٹکرا دیا پیمانہ سے

جوانی کا عالم، بھری برسات، کالے بادل، کڑکتی بجلیاں جہاں ہزاروں حسرتیں موجود ہوں وہاں جناب کی حسرت پر غور کریں۔

پھر اس کے بعد میں خود موت کو آواز دے لوں گا
مجھے جینے کی حسرت بس تمہارے آستاں تک ہے

کسی عاشق نے اپنے محبوب سے کہا تھا کہ آپ آنسو نہ بہائیں، بیمار کا حال اچھا ہے۔ مگر شاکر صاحب صبر و شکر کے داعی بن کر فرماتے ہیں اور ساتھ ہی مثال بھی لاثانی دیتے ہیں۔

تم آگئے ہو تو آنسو نکل نہیں سکتے
چراغ سامنے سورج کے جل نہیں سکتے

پوری ملت کا جو رونا ہے، اس کی آہ و بکا سے سر ملا کر اپنے ماحول سے متاثر ہو کر شاکر صاحب کہتے ہیں۔

بیٹھیں کہاں، بھروسہ کریں کس کا آج کل
ہیں کشتیاں ہزار کوئی نا خدا تو ہو

خالص غزل کا شعر لکھنؤ کی زبان میں، ان کی سنجیدہ شخصیت اور یہ لن ترانیاں خدا نظر بد سے بچائے ان کو۔

میں اور بقید ہوش تری جلوہ گاہ میں
اللہ! اس گناہ سے رکھئے پناہ میں

موجودہ سیاسی ماحول میں شاعر اپنے کو بچا نہیں سکتا، اس کے اثرات اس کی شاعری پر پڑنا لازمی ہیں۔ چنانچہ سیاست کے گلباروں کے قریب رہ کر بھی اس سے بچ بچ کر چلنے والے شاکر صاحب بھی کہہ ہی گئے۔

حالاتِ حاضرہ کی سیاست نہ پوچھئے
اک برق ہے جو کوند رہی ہے نگاہ میں

شاکر صاحب ملت کے نقاب پوش رہنماؤں اور علمائے محترم کا احتساب ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ لیکن شاعر تو بہت ہی حساس ہوتا ہے وہ تو اپنی بات کسی نہ کسی شکل میں کہہ ہی دیتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

اے غافلانِ علم و عمل تم سے ہے سوال - کیونکر نہ ہو تمہارے چلن پر مجھے ملال
تم ہی تو دینِ احمد مرسل کے ہو نہال - تڑپا رہا ہے مجھ کو بہت دن سے یہ سوال
تم دینِ مصطفیٰ سے بہت دور ہو گئے
خود اپنی ذات کے لئے ناسور ہو گئے

شاکر صاحب کی غزلوں میں جہاں حسن و عشق ملتا ہے وہیں حالاتِ حاضرہ پر اچھی گفتگو بھی ہے اور قوم و ملت کے لئے پیغام بھی! اسی طرح موجودہ دور کے اہم موضوعات کے طور پر ان کی نظموں کے عنوانات قابل توجہ اور لائق ستائش ہیں جیسے: روٹی، عورت، ملک سے خطاب اور سیاسی پس منظر وغیرہ اس طرح نظموں کا بھی دیوان شائع ہونا چاہئے کہ علم و ادب کے قارئین اپنی پیاس بجھا سکیں۔ ان کا تیسرا شعری مجموعہ منظرِ عام پر آرہا ہے۔ جس کے لئے میں نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔

مزید فکرِ تازہ و زورِ قلم کے لئے طالب دعاء
خیر اندیش

پروفیسر خان محمد عاطف

۳/۲۲، اسٹیشن روڈ، لکھنؤ

دنیا کا حال ہم سے نہ پوچھو کہ آج کل
ہر آدمی گھِرا ہوا خوف و خطر میں ہے

شاید اسی کا نام سیاست ہے آج کل
لفظوں میں ہے جو پیار، تو خنجر کمر میں ہے

ڈاکٹر محمد اقتدار حسین فاروقی
جنرل سکریٹری۔ اردو سائنٹفک سوسائٹی

شاکر ہاشمی کی گفتگو میں
سنجیدگی اور ظرافت کا حسین امتزاج ہوتا ہے

جناب ڈاکٹر شاکر ہاشمی سے میری واقفیت تو بہت پرانی ہے لیکن ان سے ملاقات اور تعلقات کو چند ہی سال ہوئے ہیں۔ دورانِ واقفیت سنتا تھا کہ وہ ایک فعال شخصیت ہیں اور ملی کاموں میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں لیکن ان سے جب ملاقات ہوئی اور تعلقات بڑھے تو پتہ چلا کہ وہ ایک نہایت روشن خیال انسان ہیں اور سائنسی ذہن رکھتے ہیں اور یہی وجہ بنی اردو سائنٹفک سوسائٹی کی مجلسِ عاملہ میں شاکر ہاشمی کی شمولیت کی۔

پچھلے چند سالوں میں ان کے گھر پر مختلف جلسوں میں شرکت کا موقعہ ملا تو یہ راز بھی کھلا کہ شاکر صاحب شاعر بھی ہیں۔ تعجب ہوا کہ غمِ دنیا ان کو اتنا وقت کیسے دیتا ہے کہ وہ شاعری بھی فرماتے ہیں، تعجب کی انتہا اُس وقت ہوئی جب یہ علم ہوا کہ ان کا تیسرا دیوان شائع ہونے جا رہا ہے۔ اس سے قبل ''تلاش'' اور ''پیاس'' منظرِ عام پر آ کر مقبول ہو چکے ہیں۔ میں عابد سہیل صاحب کے اس خیال سے سو فیصد اتفاق کرتا ہوں کہ ان میں اچھائی یہ ہے کہ وہ موقع بے موقع اپنا کلام نہیں سناتے جیسا کہ عام شعراء کی عادت ہوتی ہے۔ دورانِ گفتگو انھوں نے مجھے بھی کبھی بور نہیں کیا کہ ''میرا یہ شعر سنئے''۔

شاکر صاحب کی شعری صلاحیتوں کی بابت میں رائے زنی کرنے سے قاصر

تو نہیں لیکن گریز ضرور کر رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ دنیائے علم وادب کی مستند ہستیوں نے ان کے کلام اور شخصیت کو سراہا ہے مثلاً: ☆مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی صاحب کا خیال ہے کہ شاکر ہاشمی کی شاعری میں فکرِ جدید اور عوامی مسائل کے رجحانات بھی دیکھنے کو ملتے ہیں اور پیغامِ سرفروشی بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے'' ☆پروفیسر نورالحسن ہاشمی کی رائے میں شاکر ہاشمی کی شاعری اردو ادب کا سرمایہ ہے۔ ان کے یہاں زبان وبیان کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے''۔ ☆علی سردار جعفری فرماتے ہیں کہ ''ان کی شاعری میں معاشرے کی تعمیر وتشکیل کی بنیاد خلوص وآگہی پر ہے۔ ان کے شعری اسلوب میں انفرادیت ہے، جس میں اپنے عہد کی تازگی بھی ہے اور زبان کی لطافت بھی اور اس کو برتنے کا انداز نرالا ہے''۔ ☆مجروح سلطان پوری نے لکھا ہے کہ شاکر ہاشمی کی شاعری میں سکون، سادگی، تحمل، بے ریائی اور عکس کو نقش بنانے کی کوشش جو میں نے محسوس کی وہ اس دور میں ناپید ہوتی جارہی ہے'' ☆مشہور شاعر کیفی اعظمی کے خیال میں شاکر ہاشمی کی شاعری میں تمام گل بوٹے موجود ہیں انھوں نے اپنی شاعری میں حیات وکائنات کے رموز ونکات کو شعری پیکر عطا کر کے ایک نئی شعری فضا ہموار کرنے کی کوشش کی ہے'' ☆خمار بارہ بنکوی لکھتے ہیں کہ شاکر ہاشمی کی غزلوں میں رنگِ تغزل بالکل جدید مگر روایتی شاعری سے قریب ہے یہی وہ خوبی ہے جو ان کو ایک اچھا شاعر تسلیم کرنے پر مجبور کردے گی'' ☆ڈاکٹر شنکر دیال شرما صدر جمہوریہ ہند نے اپنے پیغام میں لکھا ہے ''شاکر ہاشمی کی سوچ وفکر میں حبُ الوطنی، انسان دوستی اور گفتگو میں زبان کی لطافت ہے جو شاعری کی شکل میں صفحہ قرطاس پر بکھری ہوئی ہے'' ☆محترم کے۔ آر۔ نارائنن صدر جمہوریہ ہند کے پیغام میں ''شاکر ہاشمی کی تمام تر سرگرمیاں عوامی خدمت اور عوام کے دکھ درد، دبے کچلے لوگوں کے استحصال اور ان کی پریشانیوں کی تصویر ان کی تحریروں میں صاف دیکھی جاسکتی ہے''۔ ☆ممتاز رباعی

انھیں بوندوں کی اور ضرورت ہے، ان اساتذہ کی جوان بوندوں سے شعروادب کی آبیاری کر کے ماضی کی طرح آج بھی شعری ادب کو بلند وبالا کر سکتے ہیں، آج ضرورت ہے اُس تجرباتی بوند کی جو کسی پتی پر شبنم بن کر گرے اور اس کی پیاس بجھا دے۔ جن قوموں کی علم وزبان کی کھیتیاں آج لہلہا رہی ہیں، جن گوناگوں ترقیوں کی بنا پر وہ برِصغیر پر چھائی ہوئی ہیں اور جن کا حسن آج ہر دل کو موہ رہا ہے وہ سب انھیں بوندوں سے سیراب ہوئی ہیں چاہے وہ بوند جس میدان کی ہو لیکن ان بوندوں کا تحفظ اور سرپرستی ہر اس شخص پر لازم ہے جو علم وادب کا طوفان بادوباراں بنا ہوا ہے یا بننے کا خواہش مند ہے۔

اکبرالہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے:۔

جو دیکھی ہسٹری اس بات پر کامل یقیں آیا
اسے جینا نہیں آیا جسے مرنا نہیں آیا

اپنی شاعری میں اس قسم کا تیکھا پن اکبرالہ آبادی کو ایسے وقت میں اپنانا پڑا جب احساسِ کمتری کے علاوہ اپنے حال سے دل گرفتہ اور مستقبل کے بارے میں نا اُمیدیٔ ومایوسی کی فضا میں دبستانِ علم وادب سانس لے رہے تھے، درحقیقت یہ وہ کسک تھی جو اہلِ قلم اپنے دل میں محسوس کرتے اور غفلت سے بیدار کرنے کے لئے ایک پکار بن کر ان کے کلام میں بلند ہوئی تھی اور علم وادب کے دامن نے اسے سمیٹ لیا تھا، اب کے ادب میں ایسی سوچ وفکر ناپید ہوتی جارہی ہے، جو گذشتہ صدیوں کے

گوشاعر فیروز نظامی فرماتے ہیں کہ ''شاکر ہاشمی کی شاعری میں سماج کا درد و کرب اور فکر کی گہرائی پائی جاتی ہے'' ☆ پروفیسر آل احمد سرور لکھتے ہیں کہ شاکر ہاشمی نے سادہ لفظوں کو پروکر غزلوں کو پُرکشش بنانے کی کوشش کی ہے''۔ ☆ سیّد شفق شاہ چشتی کہتے ہیں کہ ان کی شاعری میں حق گوئی، عصری حسّیت، تہ داری، سہل پسندی، پیکر تراشی، زبان و بیان کے جوہر نظر آتے ہیں۔ انھوں نے جدوجہد کرنا اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور ان کی یہی سوچ و فکر الفاظ کا لباس پہن کر شاعری کی شکل میں نمودار ہوتی ہے'' ☆ سابق گورنر اور مشہور شاعر محمد عثمان عارف نقشبندی لکھتے ہیں شاکر ہاشمی نے اپنی شاعری کا موضوع اخلاقی قدروں کے زوال، معاشی ابتری، فطرت کے حسن کو بنایا ہے ان کے یہاں بولتے ہوئے اقدار، عصری رجحانات اور تعمیرِ نو کے جذبے کی عکاسی بھی ملتی ہے اور حُبّ الوطنی کے اثرات بھی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں''۔ ☆ ایک اور سابق گورنر اور ممتاز صحافی بی ستیہ نارائن ریڈی کے خیال میں شاکر ہاشمی کی شاعری میں وطن پرستی کا جذبہ ملتا ہے اور فکری و فنی خوبیاں پائی جاتی ہیں جو احساسات و جذبات کو زنجیریں پہنانے والی نہیں بلکہ آزاد فضاؤں میں سانس لینے والی شاعری ہے'' ☆ ڈاکٹر بشمبر ناتھ پانڈے نے لکھا ہے کہ شاکر ہاشمی کا نام اردو اور ہندی صحافت و شاعری میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کی شاعری کی اہمیت موضوع کے اعتبار سے بھی ہے اور زبان و اسلوب کی بنا پر بھی۔ ان کے تحقیقی ذہن، تخلیقی عمل اور تعمیری سوچ نے ان کو خصوصیت بخشی ہے'' ☆ پروفیسر محمد رضوان علوی کی نظر میں ان کے یہاں کلاسیکل شعراء کے انداز و بیان کی باوقار سادگی ملتی ہے جس میں الفاظ کی صحت اور زبان کی ترقی اور نزاکت کا احساس بھی ہم عصروں سے کچھ زیادہ ہی ملتا ہے''۔ ☆ سید شاہ فاروق عطا کے خیال میں شاکر ہاشمی کی شاعری وقت اور ضرورت کی شاعری ہے جس

میں زندگی ہے تو زندگی کے پھول اور کانٹے بھی، زندگی کی رفتار ہے تو ٹھہراؤ بھی، راہ ہے تو پھر پتھر بھی، خاموشی ہے تو لب کشائی بھی گویا وہ سب کچھ ہے جس سے شاعری کا بدن خوشبو سے معطر ہو جاتا ہے۔ ان کی شاعری میں زندگی کے حساس مسائل، حالاتِ حاضرہ کے سنگ ریزوں کے نقوش جا بجا دیکھنے کو ملتے ہیں'' ☆ ڈاکٹر عتیق احمد برنی لکھتے ہیں کہ شاکر ہاشمی کی شاعری کے لب ولہجہ میں ایک ایسی آنچ ہے جو ظرافت کو پگھلا کر دلنشیں ہونے تک متانت کا درجہ عطا کر دیتی ہے۔ ان کی شاعری زبان، اسلوب، اور موضوع ہر اعتبار سے خدمات وخیالات کے اظہار وابلاغ پر قادر ہے'' ☆ پروفیسر جگن ناتھ آزاد کی رائے میں شاکر ہاشمی نے اپنے سماجی اور صحافتی تجربوں کا نچوڑ اپنی شاعری میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ عوامی لب ولہجہ، الفاظ کا ترنم، بیان کا جادو، تخصیل کی پرواز ان کی شاعری کی اہم خصوصیات ہیں'' ☆ شعر وادب کی ممتاز وبزرگ شخصیت عمر انصاری کے خیال میں شاکر ہاشمی کلاسیکل شاعری کے اعلیٰ اقدار کے معتبر امین کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں جن کے فکر واحساس میں گہرائی ہے اور انھیں اظہار کرنے کی قدرت بھی ان کو حاصل ہے''۔ ☆ عرفان صدیقی کی رائے میں شاکر ہاشمی اپنی شاعری کا الگ رنگ وآہنگ قائم کرنے میں کامیاب وکامراں ہوئے ہیں۔ ان کے اشعار کبھی جگنوؤں کی طرح رقص کرتے ہوئے تو کبھی آنکھوں میں آنسوں کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں اور یہی ان کی شاعری کا وصف خاص بھی ہے''۔ ☆ متھر اپرساد سنہا نے لکھا ہے کہ شاکر ہاشمی کی شاعری میں جہاں سیدھا سادہ سا پیغام ملتا ہے وہیں دوسری طرف تلخ وشیریں جام بھی موجود ہیں ☆ کرشن بہاری نور کے خیال میں وہ ایک معتبر شاعر ہیں انھیں حالات وجذبات کی عکاسی کا فن معلوم ہے'' ☆ پروفیسر ایس۔ ایم۔ رائے زادہ نے خیال ظاہر کیا ہے کہ شاکر ہاشمی کی شاعری میں جو سب سے بڑی خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ قدیم اور جدید کا ایک

توازن ملتا ہے جو یقیناً ایک مشکل کام ہے" ☆شمس بھارتی نگرامی کا نظریہ ہے کہ شاکر ہاشمی کی نظموں اور غزلوں میں سماجی اور تہذیبی شعور کی روش اپنی تمام تر روشن اور تابناک عکاسی کے ساتھ جلوہ گر ہے" ☆محترم گیانی ذیل سنگھ، سابق صدر جمہوریہ ہند نے اپنے پیغام میں کہا کی برادرم سلطان شاکر ہاشمی انتہائی خاموشی کے ساتھ ادب وصحافت کی خدمت کررہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان کا قلم اربابِ اقتدار کو جگانے کے لئے اور تہذیب وتمدن کو بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گا" ☆محترم نرسمہاراؤ سابق وزیراعظم لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی شعری، ادبی اور صحافتی محفلیں منعقد کر کے اپنی شاعری اور صحافت کے ذریعہ عوام کو بیدار کرنے کی ہر ممکن کوشش کررہے ہیں۔ ان کی شخصیت ادب وملک کے لئے بیش قیمتی ہے" ☆محترم اٹل بہاری واجپی کے خیال میں ڈاکٹر شاکر ہاشمی ایک اچھے انسان بھی ہیں اور ممتاز شاعر وادیب اور صحافی بھی جن کے یہاں لکھنوی تہذیب کے کچھ خاص انداز دیکھنے کو ملتے ہیں" ☆مولانا سید کلب عابد نے لکھا ہے کہ رفیقِ من سلطان شاکر ہاشمی جہاں اتحاد بین المسلمین کے حامی اور انسانیت کے علمبردار ہیں وہیں علم وادب سے شغف رکھنے والے وسیع المشرب انسان بھی ہیں" ☆پروفیسر تومیو میزوکامی، اساکا یونیورسٹی جاپان فرماتے ہیں کہ محترم ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کی ہندی کویتائیں، اردو شاعری اور صحافتی صلاحیتیں ان کی فن اور شخصیت کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں" ☆محترم وی۔ پی سنگھ سابق وزیراعظم کے خیال میں ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کی ادبی وصحافتی خدمات اور اردو کے لئے جدوجہد سے تو میں متعارف تھا لیکن نشست وبرخاست کے جو آداب ان کی رہائش گاہ پر دیکھنے کو ملے وہ اب عنقا ہیں" ☆جسٹس اے۔ ایم احمدی سابق چیف جسٹس آف انڈیا نے فرمایا ہے کہ عدالتوں میں بدعنوانی، عدالتی اور صحافتی نظام میں تبدیلی، پریس کو

اطلاعات کا حق اور غریب عوام کے حقوق کی بازیابی کا جذبہ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کی شاعری اور تحریر وتقریر میں نمایاں طور سے دیکھنے کو ملتا ہے'' ☆شہنشاہ جذبات دلیپ کمار نے ایک موقع پر کہا کہ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی نے شہنشاہ موسیقار نوشاد علی کے فن وشخصیت پر جتنی ایمانداری سے اپنے قلم کا استعمال کیا ہے وہ ان کے صحافتی شعور اور علم وفن سے محبت کو اُجاگر کرتا ہے'' ☆ممبر آف پارلیمنٹ سونیل دت نے فرمایا کہ ڈاکٹر شاکر ہاشمی کی شخصیت سورج کے عکس میں بکھری ہوئی ان شعاعوں کی طرح ہے جسے ''رینبو'' (Rainbow) کہا جاتا ہے۔جس کے رنگوں کو گننا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے'' ☆شہنشاہ موسیقار نوشاد علی نے اپنے ایک شکرانے میں کہا کہ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کا میں احسان مند ہوں جنھوں نے علم وادب کے گہوارے لکھنؤ کے اس ذرّے کو اپنے علم وقلم سے آفتاب بنادیا ہے۔ میں ان کی شعری اور صحافتی خدمات کا اعتراف کرتا ہوں'' ☆روٹرین وی۔این کپور گورنر روٹری انٹرنیشنل نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کی غزلوں اور نظموں میں انسانی زندگی کے مختلف موضوعات، یادگاریں، اقتباسات، مشاہدات اور تجربات کی جھلک صاف طور سے دیکھنے کو ملتی ہے جسے دیکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ ان کی شاعری سماج کے حساس مسائل کی آئینہ دار ہے'' ☆پاکستان کے مشہور ومعروف شاعر وادیب خورشید علی خاں فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی شعری ادب کے گیسو سنوارنے میں اپنے صحافتی تجربات اور عوامی رجحانات کا استعمال کر کے مقتدر بن گئے ہیں'' ☆پاکستان کے ایک اور ممتاز شاعر قتیل شفائی نے لکھا ہے کی ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کی شاعری میں نرم ونازک خیالات جابجا دیکھنے کو ملتے ہیں۔ سلیس وشگفتہ زبان نے اس میں چار چاند لگادیے ہیں'' ☆مجاہد آزادی اور ممتاز صحافی حیات اللہ انصاری کے خیال میں عزیزم سلطان شاکر ہاشمی کی شاعری میں عشق ومحبت کی داستانیں بھی ہیں اور وطن پرستی نیز اردو کی بالادستی کے لئے

جدوجہد کا جذبہ بھی نظر آتا ہے'' ☆دوبئی کے مشہور اردو شاعر ڈاکٹر زبیر فاروق لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کی غزلیں نرم دلوں کو چھوتی اور اچھوتے خیالات کو شعری پیکر عطا کرتی ہیں نیز علم ودانش کے نئے دریچے کھولتی ہوئی نظر آتی ہیں'' ☆نومسلم ڈاکٹر اسلام الحق نے لکھا کی ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کے یہاں لکھنوی نفاست، علم وادب سے محبت، علمی شعور، قومی یکجہتی اور عوام کے لئے درد ہے اور یہی خوبی ان کو انفرادیت بخشتی ہیں'' ☆حکومت پنجاب کی ٹکنیکل ایجوکیشن کی وزیر ڈاکٹر اُپیندر جیت کور لکھتی ہیں کہ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کے یہاں لکھنوی تہذیب اور مہمان نوازی کے کچھ خاص انداز دیکھنے کو ملتے ہیں'' ''بھائی ہمت سنگھ'' کی یوم پیدائش پر ''خالسا مارچ'' کے لئے ان کا بھرپور تعاون ثابت کرتا ہے کہ وہ قومی یکجہتی میں یقین رکھتے ہیں اور سبھی مذاہب کا احترام کرتے ہیں'' ☆وزیر اعلیٰ آسام ہتیشور سیکیہ نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی لکھنو کے ادبی منظر نامہ پر اس طرح چھائے ہوئے ہیں کہ ان کو اس سے الگ نہیں کیا جاسکتا، ان کی شاعری میں لکھنویت رچی بسی ہے۔

علم وادب کی ان مستند ہستیوں نے اپنے اظہارِ خیال میں شاکر ہاشمی کی علمی، ادبی، صحافتی، شعری اور سماجی خدمات کا فراخ دلی سے اعتراف کیا ہے جو ان کے اس سے قبل شائع ہونے والے شعری مجموعۂ کلام ''تلاش'' اور ''پیاس'' کے صفحۂ قرطاس پر بکھرے ہوئے ہیں اور اب ان کا یہ تیسرا شعری مجموعہ ''احساس'' آپ کے ہاتھوں میں ہے جس پر بھی فرزندانِ علم وادب کی رائے شامل ہیں۔

بہرحال میں علم وادب کی ان مستند ہستیوں کے خیالات سے اتفاق کرتا ہوں کہ شاکر ہاشمی یقینی طور پر ایک اچھے اور منفرد لب ولہجہ کے شاعر ہیں۔ یہاں پر میں یہ

کہنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ میں اس وصفِ شاعری سے کہیں زیادہ شاکر ہاشمی صاحب کے ان کاموں سے متاثر ہوں جو وہ ملک وملت کے لئے وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔ وہ ایک ممتاز صحافی ہیں اور ادیب بھی۔ اسلامیات کے علاوہ وہ دیگر مذاہب سے واقفیت رکھتے ہیں اور ہمیشہ کوشش کرتے ہیں کہ مذہبی اور مسلکی اختلافات سے احتراز کیا جائے۔ لکھنو کے ہر طبقہ کے ذی فہم اور روشن خیال حضرات سے وہ اچھے مراسم رکھتے ہیں اور جلسے منعقد کر کے ان کے خیالات واحساسات سے عوام کو باخبر کراتے ہیں۔ علماء کرام کی عزت کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور اکثر اپنے جلسوں میں ان کو مدعو بھی فرماتے ہیں لیکن مذہبی کٹر پن اور ملائیت کے خلاف اپنے خیالات کے اظہار سے باز نہیں آتے، اُن لوگوں کو سخت ناپسند کرتے ہیں جو مسلکی اختلافات کو ہوا دے کر "اپنی دوکانیں چلاتے ہیں"۔

ڈاکٹر شاکر ہاشمی صاحب اپنے اطوار اور گفتار سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ گفتگو میں سنجیدگی اور ظرافت کا حسین امتزاج ہوتا ہے۔ کسی کی دلشکنی نہ ہو اس کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ فعال انجمنوں کو اپنا تعاون دیتے ہیں۔ خواہ وہ دامے ہو، درمے ہو یا پھر سخنے! میں ان کو اس نئی تخلیقی کاوش کے لئے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

فقط

اقتدار حسین فاروقی

شاہد اپارٹمنٹ، گولہ گنج لکھنؤ

اقبال محشر رائے بریلوی
سابق سپرنٹنڈنٹ۔ کسٹمس اینڈ سنٹرل اکسائز

سلطان شاکر ہاشمی کی شخصیت اور شاعری

علم کے ساتھ دولت اور دولت کے ساتھ سلیقۂ وشعور بہت کم خوش نصیبوں کو ودیعت ہوتا ہے۔ اسی طرح مختلف خوبیاں اور صفات بھی کم ہی لوگوں میں بمشکل یکجا ہو پاتی ہیں لیکن جن میں ہوتی ہیں وہ بہر اعتبار لائقِ ذکر اور اہم ہوتے ہیں۔ مقامِ مسرّت ہے کہ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی میں کچھ ایسی ہی صفات یکجا ہوگئی ہیں۔ جن کے سبب یہ سہ آتشہ ہوگئے ہیں۔ یہ بیک وقت ادب، شاعری اور صحافت میں دخل رکھتے ہیں۔ سیاست سے خود کو عملاً دور رکھا ہے لیکن عوام وخواص سے ان کے روابط مضبوط ہیں۔ ان کی کوششیں، کاوشیں اور کارناموں کے قصّے شاعروں، ادیبوں سے برابر سننے کو ملتے رہے۔ ادبی محافل میں ان کا ذکر رہا تو روزنامہ اخبارات سے موصولہ خبریں صداقت کا ثبوت فراہم کرتی رہیں۔ رضوان فاروقی جو خود ایک ادیب، شاعر اور صحافی ہیں اکثر مجھے ہاشمی صاحب کے اخلاق وکردار کی خوشنما تصویریں پُر عقیدت لفظوں میں دکھاتے رہے۔ ابھی حال ہی میں شاکر صاحب کے دولت کدے پر ان کے پُرانے دوست، گورنر جھارکھنڈ سید سبط رضی تشریف لائے تھے۔ اس موقع پر معززین شہر، شعراء وادباء اور اہم سیاسی وسماجی شخصیات موجود تھیں۔ اس پر تکلف تقریب میں ہاشمی صاحب سے ملاقات کا موقع ملا تو ان کے بارے میں جتنا کچھ سن رکھا تھا انھیں اُس سے کہیں زیادہ پایا۔

سلیقہ وشعور کے ساتھ سنجیدگی ومتانت کا ہونا انسان کے بڑے ہونے کی دلیل

ہے۔ ان کے دولت کدہ پر منعقدہ اس پُر وقار تقریب میں مختلف شعبۂ حیات کے نہایت اہم اور باوقار اشخاص موجود تھے جن میں جسٹس ایس سی ورما لوک آیکت اتر پردیش اور افسران میں انیس انصاری، چندر پال، مہیش چند دیویدی، اور برجندر سنگھ وغیرہ اس موقع پر مجھے جو نظم وضبط اور حسن سلیقہ دکھاوہ زیادہ تر محافل میں مفقود ہے۔

ہاشمی صاحب سے ان کے کارناموں کے سبب معنوی ملاقات تو بہت پہلے ہو چکی تھی مگر اس پہلی براہ راست ملاقات میں انھوں نے جس اخلاق، خلوص اور رواداری کا مظاہرہ کیا اس نے ان کے قد کو میری نگاہ میں اور بھی بڑھا دیا۔ ذہن ودماغ پر ابھی یہ خوشگوار اثرات برقرار تھے کہ لوہا گرم دیکھ کر رضوانؔ صاحب نے پھر اپنا پرانا مطالبہ داغ دیا اور کہا آپ شاکرؔ صاحب کی شاعری پر اپنی رائے قلمبند کر دیجئے۔ پھر ان کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مجموعے پیش کئے جن کے سرسری مطالعہ سے ان کے علم کی وسعت اور فکر کی بلندی کا اندازہ ہوا۔ انھوں نے شاعری کی جملہ اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کا کلام تمام محاسنِ شعری کا حامل ہے۔ ان کا اصل میدان غزل ہے۔ غزل کے جملہ لوازمات سے ان کی شاعری بہرہ ور ہے نیز ان کی نظمیں بھی بہت خوب اور بھرپور ہیں۔ ان کی نظم "ملک سے خطاب" کا ایک بند ملاحظہ ہو۔

اللہ تم کو عقل دے اے طالبانِ جنگ
خود اپنے ہی وطن میں ہیں یہ ظالمانہ رنگ
یہ حوصلے، یہ سخت مزاجی، یہ رُخ، یہ ڈھنگ
یہ شیطنت، یہ طور، یہ انداز، یہ ترنگ
بھارت کے باسیوں کو جلانے اُٹھے ہو تم
اپنے وطن کو آگ لگانے اُٹھے ہو تم

مذکورہ بند میں ڈاکٹر ہاشمی صاحب نے اُس درد و کرب کا اظہار کیا ہے جو جنگ، فساد اور قتل و خون کے دلدوز تصور سے اُس کے ذہن میں ہیجان پیدا کرتا ہے۔

شاکر صاحب شانِ حسینؓ میں منقبت کا ہدیہ بڑے جذباتی اور والہانہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ نظم "یادِ حسین" کا ایک بند ملاحظہ فرمائیے۔

اے فاطمہؓ کے دیدۂ و دل اے علیؓ کے شیر
اے مردِ حق نواسۂ خیرالبشر دلیر
تیرے اصول میں نہ تکبُّر نہ ہیر پھیر
سب ہیں ترے غلام زبر ہو کہ ہو وہ زیر
غم میں ترے شریک ہر اک آہِ سرد ہے
ہر آدمی کے دل میں ترے غم کا درد ہے

شاکر صاحب کی دیگر نظمیں بھی پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ جس میں مزدور، کسان، عورت، روٹی، سیاسی منظر نامہ، فرقہ پرستی، مشورہ قابل ذکر ہیں۔ یہ نظمیں ان کے حساس دل میں موجود کرب اور دردمندی کی تصویر کشی کرتی ہیں۔ نیز قارئین کو ان کی علمی صلاحیتوں کا پتہ دیتی ہیں۔ اصلاحِ معاشرہ ہمیشہ ان کے پیشِ نظر رہتا ہے۔

عشق کا جذبہ اور احترامِ حُسن حیاتِ بشر کی اہم بنیادیں ہیں۔ ان ہی بنیادوں پر شاکر صاحب نے قصرِ شاعری کی تعمیر کی ہے۔ تغزل ان کے کلام کا خاصہ ہے۔ البتہ روایتی ڈھب سے احتراز کرتے ہوئے نئی راہوں کی تلاش میں کوشاں ہیں۔ سادگی، روانی، برجستگی، بیباکی اور لطافت ان کی شاعری کی اہم خصوصیات ہیں۔ چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں۔

عشق کی راہوں پہ گر چلنا پڑے دو چار گام
مات کھا جائیں فرشتے بھی بشر کے سامنے

شعر کہنے کے لئے شاکرؔ محبت کی شراب
پہلے رکھ لیتے ہیں پیمانے میں بھر کر سامنے

فرق صرف اتنا ہے اِک ذرا سے پتھر کو
تم خدا سمجھتے ہو ہم صنم سمجھتے ہیں

نگاہوں کا تصادم جرمِ تازہ تو نہیں شاکرؔ
ہزاروں مرتبہ یہ خوبصورت اتہام آیا

نہ مرجانے کا ڈر ہے اور نہ جل جانے کا اندیشہ
نہ جانے کون سی مٹی سے یہ پروانے بنتے ہیں
آپ ان شعلہ مزاجوں سے ذرا دور رہیں
اِک ذرا دیر میں یہ آگ لگا دیتے ہیں

لمحہ لمحہ بدلتی دنیا میں جس سُرعت سے سب کچھ بدل رہا ہے، اس سے بھی یہ باخبر ہیں۔ سیاسی اور سماجی ناہمواریوں کا ذکر بھی ان کے یہاں ملتا ہے جیسے۔

یارو! اسی کا نام سیاست ہے آج کل
لفظوں میں ہے جو پیار تو خنجر کمر میں ہے

شاکرؔ صاحب نے اپنی شاعری کے قلعہ کو فرضی اور بے بنیاد باتوں پر تعمیر نہیں کیا بلکہ ٹھوس حقیقتوں کو بنیاد کی اینٹ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

شعراء کے یہاں پائی جاتی تھی جن کا کلام اردو لٹریچر میں منارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسے بچانے کی ذمہ داری اب اساتذہ پر زیادہ ہے اور وہ اپنی ذمہ داری کے تئیں کسی حد تک سنجیدہ بھی ہے۔

بہر کیف میری آڑی ترچھی لکیروں سے شروع ہوا شعری سفر ''تلاش'' اور ''پیاس'' کی منزلیں طے کرتا ہوئے بحمد اللہ ''احساس'' تک جا پہنچا ہے۔ یہ تیسرا شعری مجموعہ ''ا ۔ اس'' جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، دبستانِ لکھنو کے اساتذہ کی رہنمائی اور ان کی محبتوں کے بغیر ناممکن تھا۔ جس کا اعتراف میں ''تلاش'' اور ''پیاس'' میں بھی کر چکا ہوں۔ اور آج بھی کر رہا ہوں میری یہ خوش بختی ہے کہ میرے بہی خواہوں اور علم و زبان کے محافظوں نے میری دینی، علمی اور ادبی جد و جہد کو خدمات کا تفصیلی جامہ پہنا دیا اور نہ جانے کتنے گراں قدر الفاظ سے ان آڑی ترچھی لکیروں کو خدمتِ علم و ادب سے تعبیر کر دیا۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ علم و ادب کی ان بلند و بالا شخصیات نے کسی بوند کو بچانے کا اپنا فریضہ انجام دیا ہے یا از راہِ نوازش یہ کرم مجھ پر کیا ہے، بہر حال میں احسان مندی کے بوجھ تلے دبا ہوں اور شکر گزار ہوں اُن اساتذہ کا جنھوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی، میں ممنون ہوں ان حضرات کا جنھوں نے ''تلاش'' و ''پیاس'' دونوں ہی شعری مجموعوں پر اپنے اظہارِ خیال سے ان مجموعوں کو انشاء کا روپ بخشا اور اس ناچیز کو میدانِ شعر و ادب میں گھٹنوں کے بل کھڑے ہونے کا حوصلہ عطا کیا۔ ان میں سے اب تک جن شخصیات کے مضامین میڈیا فاؤنڈیشن کے ذریعہ شائع کئے

کام اب جنگ میں وہ لوگ ہی کر پائیں گے
جو ہتھیلی پہ سجائے ہوئے سر جائیں گے

جو دوسروں کے غم میں نہ آنسو بہا سکا
وہ شخص جانور ہے بشر کس نے کہدیا

چند تعریف کے جملوں کے علاوہ شاکرؔ
لوگ اس دور میں فنکار کو کیا دیتے ہیں

ہر مسلمان کی طرح ان کا دل بھی حجِ بیت اللہ کی خواہش اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لئے تڑپتا ہے۔ اس تڑپ کا اظہار ان کی نعتوں میں اس طرح ملتا ہے۔

لذتِ عشقِ نبیؐ کیا ہے یہ اُن سے پوچھئے
جو تڑپتے ہیں درِ خیرالوریٰ کے واسطے

بہر حال ان کی شاعری میں ایسا بہت کچھ ہے جو قاری کو پڑھنے کے ساتھ غور وفکر پر مجبور کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی صاحب کے ذوقِ ادب کو اور عروج وکمال عطا فرمائے۔ آمین

اقبال محشر رائے بریلوی

بھدیواں لکھنؤ

تیری ایک جنبش سے شاہ بھی گدا ہوجائے
تیرے کارنامے ہم اے قلم سمجھتے ہیں

فرق صرف اتنا ہے اِک ذرا سے پتھر کو
تم خدا سمجھتے ہو، ہم صنم سمجھتے ہیں

دوسروں کے وعدوں کا حال دوسرے جانیں
اپنے قول کو شاکرؔ ہم قسم سمجھتے ہیں

بشیر فاروقی
نائب صدر۔ بزم ادب نوازاں

شاکر ہاشمی کی شاعری کا بنیادی خمیر وارداتِ قلبی سے اُٹھا ہے

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی حلقہ شعروادب، صحافت وثقافت کا ایک مقبول ترین نام ہے۔ وہ مشاعرے میں بحیثیت شاعر مدعو ہوتے ہیں لیکن مشاہدے میں یہ بات بھی آئی ہے کہ وہ مشاعرے میں آتے ہیں اور مشاعرہ گاہ میں صفِ سامعین میں بیٹھ جاتے ہیں ان کی یہ ادا توجہ طلب ہے کہ وہ شاعر تو ہیں لیکن اس ضمن میں دلچسپی نہیں رکھتے کہ وہ جہاں جائیں بحیثیت شاعر گردانے جائیں اور پکارے جائیں۔ ان کی شخصیت اور شاعری دونوں ہی مبہم اور پیچیدہ نہیں ہیں۔

وہ ایک کھلے خط کی طرح ہیں۔ ہر مکتبۂ فکر کے افراد میں شاکر صاحب ہر دلعزیز ہیں۔ اگر ایک طرف انھیں حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ و دیگر جید علمائے کرام سے قربت حاصل رہی ہے تو دوسری طرف شنکر آچاریہ سوامی سرسوتی، یوگ شنکر آچاریہ سوامی آنند اور سنت شری مراری باپو بھی ان سے بہت محبت کرتے ہیں جس کا اندازہ ابھی ۲۴ر جون ۲۰۰۵ء کے ایک ''آل انڈیا مشاعرہ'' میں ہوا جو لکھنو میں منعقد تھا جس میں سنت شری مراری باپو مہمان خصوصی، ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی صدر مشاعرہ اور میں ناظم تھا۔ شاکر صاحب دانشوروں میں سیاسی، سماجی، مذہبی شخصیتوں میں یکساں طور پر مقبول وممتاز ہیں۔

شاکر ہاشمی عالمی پیمانے پر مختلف سیمیناروں میں شریک ہوئے ہیں۔ ملکوں ملکوں سفر کیا ہے اور انھوں نے سیمیناروں کا انعقاد خود بھی کیا ہے۔ ان کی ملّی، سماجی، شعری اور ادبی

خدمات کے اعتراف میں مختلف اداروں اور انجمنوں نے اُنھیں ایوارڈ بھی دیئے ہیں۔'' پتر کار رتن ایوارڈ'' ''بھارت گورو سمان ایوارڈ'' اور دیگر اعزازات بھی انھیں ملے ہیں۔ ابھی گزشتہ ہفتہ ۱۹ر جون ۲۰۰۵ء کو ہوٹل کلارکس کینٹ بنارس میں روٹری انٹرنیشنل کلب کے صد سالہ اعزازی تقریب میں شاکر ہاشمی صاحب کو ان کی مجموعی خدمات کے لیے'' روٹری فاؤنڈیشن ایوارڈ'' سے نوازا گیا ہے۔

ملک اور بیرونِ ملک کے مشہور وممتاز ادباء وشعراء نے ان کی شخصیت اور شاعری پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مجروحؔ سلطان پوری کسی بھی شاعر کی شعری تخلیقات پر اپنی رائے دینے میں بہت محتاط رہتے تھے۔ وہ اپنے ایک خط میں رقم طراز ہیں ''میں کوئی پیشہ ور تنقید، تبصرہ یا تقریظ نگار نہیں ہوں۔ یہ لوگ اپنی بات اس طرح لپیٹ کر کہہ جاتے ہیں کہ اپنی رائے بھی دیتے ہیں اور سامنے والے کو ناگوار بھی نہیں ہوتا اور میں ٹھہرا گاؤں کا ٹھاکر بات دوٹک کرنے کی عادت ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عام طور پر لوگ یا تو کبیدہ خاطر ہو جاتے ہیں یا واقعی ناراض ہو کر منھ دیکھنا یا دکھانا ترک کر دیتے ہیں سرگوشی کے انداز میں سن لو کہ میرے نزدیک تمہارے بھیجے ہوئے اشعار میں اچھے اشعار بہت کم اور تازہ بیانی کے چنکلے زیادہ ہیں۔ مگر بات اپنے ہی تک رکھنا''۔ لیکن شاکرؔ ہاشمی صاحب کی شاعری کے سلسلے میں مجروحؔ سلطان پوری نے اپنی رائے دی ہے یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے۔ اس سے قبل ان کے دو شعری مجموعے ''تلاش'' ۱۹۹۷ء میں اور ''پیاس'' ۲۰۰۱ء میں شائع ہو کر مقبولِ عام کی سند حاصل کر چکے ہیں۔

زیرِ نظر شعری مجموعہ ''احساس'' غزلوں پر مشتمل ہے۔ شاکرؔ صاحب نے جو محسوس کیا، ان پر جو گزری، روزمرّہ کی زندگی میں جن واقعات اور حادثات سے وہ متاثر ہوئے اُنھیں انھوں نے شعر کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ ان کی شاعری سلیس اور آسان ہے۔ شاکرؔ صاحب

عرفان صدیقی سے قریب تر ہوتے ہوئے بھی عرفان صدیقی کی شعری لفظیات جیسے ''صدائے کلام حق، صدائے گربۂ ہمسائگاں، حسابِ دلِ دوستاں، سلسلہ صوت وصدا، کاروانِ گمشدگاں، سیر حیرانِ گمشدگان، دیدۂ خونبار، ہوائے سیر صحرا، ہوائے کوچۂ نامہرباں، پس سیل ملا، بر ریگ گزراں، کاروانِ گمشدگاں وغیرہ کا کوئی اثر انھوں نے قبول نہیں کیا۔ وہ اپنی ڈگر پر قائم رہے، بقول مجروح سلطانپوری۔ ''ہم روایات کے منکر نہیں لیکن مجروح۔ سب کی اور سب سے جدا اپنی ڈگر ہے کہ نہیں''۔ بعض اشعار میں انھوں نے الفاظ کے مفاہیم کا رخ موڑنے کی بھی کوشش کی ہے۔ جیسے درج ذیل شعر میں لفظ ''الجھنیں''

''اے غرورِ وقت ہم سے اُلجھنیں اچھی نہیں
ہم جو کہتے ہیں دکھا دیتے ہیں کر کے سامنے''

شاکر ہاشمی صاحب کو جو مشاہدہ ہوتا ہے اُسے بغیر کسی ملمع سازی کے بیان کر دینا اور الفاظ کا پیرہن دیدینا ان کا مزاج ہے۔ درج ذیل اشعار ان کے اس مزاج کی نشاندہی کر رہے ہیں ؎

اُن کو حالِ زار اپنا تھک گئے سنا کر ہم
وہ زیادہ سنتے ہیں اور کم سمجھتے ہیں

عشق کی راہوں پہ گر چلنا پڑے دو چار گام
مات کھا جائیں فرشتے بھی بشر کے سامنے

ہر اِک شب کو خوابوں کی دنیا میں جا کر
میں شاکر خوشی کی سحر ڈھونڈھتا ہوں

ان کے در کا نشاں نہ ہو جس پر
وہ جبیں معتبر نہیں ہوتی

پھول کو گھیرے ہوئے ہیں کانٹے
تم بھی دامن کو بچا کر رکھنا

شاکر ہاشمی صاحب کی غزل کا بنیادی خمیر وارداتِ قلبی سے اُٹھا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کے اشعار فوری طور پر دل کو متاثر کرتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

میں کس کا ہو کے رہوں بھلا، بھلا زمانے میں
اگر جناب بھی تیور بدل کے دیکھیں گے

وہ مجھ سے پوچھ رہے ہیں مزاجِ دل شاکر
میں ہنس رہا ہوں مگر اشک آئے جاتے ہیں

مختصر یہ کہ شعری مجموعہ "احساس" اشعار کا ایسا گلدستہ ہے جس میں شاکر ہاشمی صاحب نے مختلف رنگ و بو کے گل بوٹے سجا دیئے ہیں۔ اب اس کا انحصار قاری پر ہے کہ وہ ان میں سے کن پھولوں کی رنگت کا اثر قبول کرتا ہے اور کن گلوں کی خوشبو سے اس کے مشامِ جاں کو فرحت ملتی ہے۔

بشیر فاروقی

مراد علی لین، ودھان سبھا مارگ، لکھنؤ

حسین امین

انڈ پنڈنٹ نیوز سروس، لکھنؤ

سلطان شاکر ہاشمی۔ ایک متنوّع الکمال شخصیت

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی سے اگرچہ میرے تعلقات ۳۰ برس پرانے ہیں۔ جو شروع تو ہوئے راستہ چلتے اور علیک سلیک سے لیکن رفتہ رفتہ نوبت بہ اینجا رسید کہ ہم گہرے دوست ہو گئے۔ شاید اس لئے کہ ہمارے درمیان کچھ قدریں مشترک تھیں جہاں وہ ایک اچھے ادیب و صحافی ہیں وہیں ایک کامیاب شاعر بھی ہیں اور وہ بھی اتنے پر گو شاعر کہ ''تلاش'' اور ''پیاس'' کے عنوان سے دو شعری مجموعے منظر عام پر آکر مقبول عام ہو چکے ہیں اور اب یہ تیسرا مجموعہ بعنوان ''احساس'' ڈاکٹر ہاشمی کی بصیرت اور وسعتِ نظر مزید اضافے کے پیغام کے ساتھ سامنے آئی ہے۔ ڈاکٹر شاکر ہاشمی نعت جیسی نازک صنف سمیت غزل اور نظم کی اصناف پر طبع آزمائی بھی کرتے ہیں اور وہ صرف شاعری ہی نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کے کلام میں فکر ہوتی ہے اور پیغام ہوتا ہے، ان کے اندر کا ایک سنجیدہ اور دردمند انسان ان کے کلام میں نمایاں نظر آتا ہے۔ جس کی مثال ان کی بعض نظموں کے عنوانات سے دی جاسکتی ہے جیسے ''عورت''، ''روٹی''، ''ملک سے خطاب'' اور ''یادِ حسینؓ''، ''مشورہ''، ''کسان'' اور ''نیا سال''۔

بہر حال ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کی شاعری کو میں موضوع نہیں بنا سکتا کیوں کہ یہ میرا میدان نہیں ہے۔ شعر کی داد دینا الگ بات ہے اور نقد و تبصرہ کے لحاظ سے شعر فہمی الگ بات ہے۔ ہاں شاکر ہاشمی کی شعری خدمات کا اعتراف ضرور کرتا ہوں اور میں نے یہ اعتراف عملی طور پر بھی کیا ہے۔ جب لکھنؤ کے تاریخ ساز مشاعرہ ''جشن آزادی'' کے

موقع پر جس کا میں کنوینر ہوتا ہوں، میں نے مشاعرہ کے ذمہ داروں یعنی ضلع انتظامیہ اور سول ڈیفنس کو، جن کی طرف سے ہر سال چار شعراء کو اعزاز سے نوازا جاتا ہے، جن چار شعراء کو نوازنے کی تجویز پیش کی تھی، ان میں چند سال قبل ڈاکٹر شاکر ہاشمی کا نام بھی شامل کیا تھا اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لکھنؤ مسٹر نونیت سہگل نے ان کی شعری اور ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انھیں ایوارڈ سے نوازا تھا۔

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی دراصل تنوع الکمال شخصیت کے حامل ہیں اور اس لئے یہ قطعاً مناسب نہ ہوگا کہ ان کی شخصیت کے دوسرے پہلوؤں پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے۔ مجموعی طور پر شاکر ہاشمی ہمہ وقت مصروف اور مختلف میدانوں میں سرگرم رہنے والے ایک ایسے فعال انسان ہیں، جو نہ کبھی عجلت میں نظر آتے ہیں اور نہ کبھی ہیجان میں نظر آتے ہیں۔ ہر کام خاموشی سے کرتے ہیں اور بے حد پریکٹیکل مزاج رکھتے ہیں۔ یہی خوبیاں ان کی کامیابی اور سماج کے ہر طبقہ میں پذیرائی کی کلید ہیں اور ان کو ایک قابلِ رشک مقام پر پہچانے میں معاون رہی ہیں۔

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی نے اپنی معاشی زندگی کی شروعات ایک پریس پبلکیشن سے کی، جہاں سے انھوں نے سیکڑوں اسلامی، ادبی اور قانونی کتابیں شائع کیں اور سرکاری اسٹیشنری کی طباعت کا اہتمام بھی کیا جو برابر وسعت پاتا رہا اور اسی دوران وہ اس پریس سے بھی وابستہ ہوگئے جو صحافت سے عبارت ہے۔ چنانچہ روزنامہ "پیغام" (کانپور و لکھنؤ)، گوشوارہ (روڑکی)، روزنامہ امرت پربھات (ہندی) اور انڈین آبزرور (انگریزی) قانونی نیا، اولمپیا ٹائمس (لکھنؤ) میں نامہ نگار رہے تاوقتیکہ انھوں نے اپنا ہندی ہفت روزہ جریدہ "ایک اور دنیا" نکالا جس کے خصوصی شمارے خاصے مشہور ہوئے، اس وقت وہ ایک اردو روزنامہ "اودھ کی پکار" کے ایڈیٹر ہیں۔ جس کا نیا دفتر نظیر آباد میں قائم ہے، جو صحیح معنوں میں ایک اخبار کا دفتر لگتا ہے۔ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی محکمۂ اطلاعات حکومت یوپی سے تسلیم شدہ صحافی

ہیں اور متعدد اردو، ہندی اور انگریزی اخبارات میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ وہ صحافت کی متعدد تنظیموں کے اہم عہدوں پر بھی فائز ہیں اور صحافیوں کی پروقار تنظیم میڈیا فاؤنڈیشن یوپی کے ریاستی صدر بھی ہیں۔ جس کے تحت مختلف اہم موضوع پر سیمینار اور جلسے ہوتے رہتے ہیں۔ اسی فاؤنڈیشن کی تحریک پر جو "رائٹس ٹو انفارمیشن" کے نام سے چھیڑی گئی اور جس کے سلسلے میں ہندوستان کے چیف جسٹسوں اور دوسرے ملکوں کے چیف ججوں اور سابق ججوں اور حکومت کے اعلیٰ عہدے داروں کو سیمیناروں میں مدعو کیا گیا اور پھر اس حد تک کامیابی ملی کہ یوپی، آندھراپردیش اور مغربی بنگال میں یہ مطالبہ تسلیم کیا گیا کہ معلومات حاصل کرنے کا حق سب کو ملنا چاہئے، مرکزی حکومت بھی اس سلسلے میں ایک بل پر پارلیمنٹ میں غور کررہی ہے اور پوری امید ہے کہ بہت جلد یہ قانونی شکل اختیار کرلے گا۔

ڈاکٹر شاکر ہاشمی کی شاعری ان کی شخصیت اور کارکردگی پر ان شخصیات کا اثر نمایاں طور پر دیکھنے کو ملتا ہے۔ جن سے ان کو قربت حاصل تھی، ان میں مشہور صحافی الحاج امین سلونوی، جمیل مہندی اور جناب مبین احمد، متھر اپرساد سنہا، رام لعل، اور ڈاکٹر ہرش نارائن، شجاعت علی سندیلوی جن کی شفقت اور محبت ان کو حاصل رہی اور ان سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ان کو ملا، انجمن فردوس ادب کی عید میلاد النبیؐ کمیٹی کے زیر اہتمام امین الدولہ پارک میں مشہور عالم جلسۂ سیرت النبیؐ وکل ہند مشاعرہ نعت کے سلسلے میں اس کے روح رواں امین سلونوی صاحب کی حوصلہ افزائی کے نتیجے میں ان کو بہت کام کرنے کا موقع ملا۔

ڈاکٹر شاکر ہاشمی نے ۱۹۷۹ء میں ایک مشاعرہ گنگا پرشاد میموریل ہال امین آباد لکھنو میں منعقد کیا تو اس کا حوصلہ بھی امین سلونوی صاحب سے ملا تھا اور اس میں محترم علی سردار جعفری اور متعدد شعراء کرام نے امین سلونوی صاحب کے توسط سے شرکت کی تھی، جس کے

بارے میں محترم علی سردار جعفری صاحب نے ڈاکٹر ہاشمی پر لکھے اپنے مضمون میں ذکر بھی کیا ہے۔ اس محفل میں فراق گورکھپوری، پروفیسر احتشام حسین، آل احمد سرور وغیرہ نے حصہ لیا تھا اور اسی دن ایک سیمینار بھی ہوا تھا، جس میں بھی ان صاحبان کے ہمراہ شریک تھا، جس کا عنوان تھا "ملک کی آزادی میں اردو شاعری کا کردار"۔

محفل آرائی کوئی آسان کام نہیں ہے، مگر ڈاکٹر شاکر ہاشمی کے لئے یہ بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ چنانچہ انھوں نے صرف مشاعرہ ہی نہیں کئے بلکہ سیکڑوں چھوٹے بڑے اہم اجلاس منعقد کئے اور متعدد سیمینار اور جلسے انڈین اسلامک کونسل اتر پردیش و دیگر تنظیموں کے زیر اہتمام منعقد کئے جن میں بلاتفریق مذہب وملت ممتاز شخصیات نے حصہ لیا۔ عموماً ہر تقریب کا افتتاح یوپی کے گورنر کے ہاتھوں ہوتا۔ شرکاء میں مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ، مولانا عبدالسلام فاروقیؒ، مولانا کلب عابد، ڈاکٹر بشمبر ناتھ پانڈے، شنکر اچاریہ سوامی آنند، مولانا ڈاکٹر سعید الرحمان اعظمی، ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی، پروفیسر جگن ناتھ آزاد، ڈاکٹر کلب صادق، مولانا عبید اللہ خاں اعظمی، پروفیسر جگن ناتھ ترپاٹھی، ڈاکٹر خلیل اللہ، لندن اسلامک سینٹر کے سربراہ مولانا قمر الزماں اعظمی، ڈاکٹر اسلام الحق، ڈاکٹر مولانا یوسف امین، جسٹس سید صغیر احمد، جسٹس سید حیدر عباس رضا، راجہ امیر محمد خاں محمود آباد، مولانا ڈاکٹر انیس چشتی، مائل ملیح آبادی جیسی شخصیات شامل ہوتی تھیں، اور خصوصی مہمان کی حیثیت سے مملکت سعودی عربیہ کے سفیر برائے ہند عزت مآب شیخ عبدالرحمان بن عوف اور فلسطین کے سفیر برائے ہند عزت مآب عبدالقاسم القیوم، جاپان کے سفیر برائے ہند عزت مآب بروزی بہرابیاشی، ازبکستان کے سفیر برائے ہند وغیرہ شرکت کرتے ہیں۔ ان تقریبات کے موقع پر انڈین اسلامک کونسل کی طرف سے سب سے پہلا ایوارڈ ممتاز عالم دین اور ندوۃ العلماء کے موجودہ ناظم اعلیٰ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کو پیش کیا گیا تھا۔ پھر ڈاکٹر بی۔ این۔ پانڈے، مائل ملیح آبادی، ڈاکٹر عبداللہ

جا چکے ہیں، ان میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ، ڈاکٹر شنکر دیال شرما (صدر جمہوریہ ہند) محترم گیانی ذیل سنگھ، محترم پی۔وی۔نرسمہاراؤ، محترم اٹل بہاری واجپئی، مولانا سید کلب عابد، محترم حیات اللہ انصاری، محترم ڈاکٹر اسلام الحق، محترم دلیپ کمار، محترم نوشاد علی، محترم سونیل دت، جسٹس اے۔ایم۔احمدی، محترم وشوناتھ پرتاپ سنگھ، محترم وی۔این۔کپور، خورشید علی خاں (پاکستان)، محترم قتیل شفائی (پاکستان)، ڈاکٹر زبیر فاروق (دوبئی)، محترم علی سردار جعفری، پروفیسر آل احمد سرور، محترم مجروح سلطان پوری، محترم کیفی اعظمی، محترم خمار بارہ بنکوی، پروفیسر نورالحسن ہاشمی، محترم محمد عثمان عارف نقشبندی، پروفیسر تومیو میزوکامی (جاپان)، ڈاکٹر بی ستیہ نارائن ریڈی، محترم ڈاکٹر بشمبر ناتھ پانڈے، پروفیسر جگن ناتھ آزاد، محترم عمر انصاری، محترم شمس بھارتی نگرامی، محترم پیرزادہ سید شفق شاہ چشتی، محترم متھراپرساد سنہا، پروفیسر رضوان علوی، محترم فیروز نظامی، محترم عرفان صدیقی، محترم سید شاہ فاروق عطا، پروفیسر ایس۔ایم رائزادہ، ڈاکٹر عتیق احمد برنی صاحبان کے نام شامل ہیں۔اس نئے مجموعۂ کلام ''احساس'' میں جن قدآور شخصیات کی رائے، دعاؤں اور شفقتوں سے مزین مضامین شائع کئے جارہے ہیں۔ان تمام شخصیات کا میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور ان کے تئیں اظہارِ عقیدت ومحبت کرتے ہوئے مسرت محسوس کررہا ہوں جن میں ☆مولانا پروفیسر شمس تبریز خاں جو ایک سنجیدہ متین اور خلیق انسان ہیں میرے لئے ہمیشہ مخلص رہے۔ان کی تحریر ہمارے لئے مشعل راہ ہے ☆مولانا محمد جہانگیر عالم

عباس ندوی، ڈاکٹر خلیل اللہ سمیت ڈاکٹر منصور حسن، ڈاکٹر اقتدار حسین فاروقی، ڈاکٹر مہندی حسن، ڈاکٹر محمد اطہر (امریکہ) اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اے۔ایم۔احمدی اور متعدد ممتاز شخصیات کو پیش کیا گیا۔

ڈاکٹر شاکر ہاشمی نے اگر ممتاز شخصیات کو ایوارڈ پیش کئے تو خود ان کو بھی متعدد تحائف اور اہم ایوارڈ ملے۔ مذکورہ سفیر صاحبان اپنے اپنے ملک کی طرف سے تحفوں کے ساتھ آئے اور ڈاکٹر ہاشمی کو اپنے سربراہان مملکت کی جانب سے مبارک باد پیش کی اور جب ایران کے سربراہ عزت مآب علی اکبر ہاشمی رفسنجانی کو ان کی لکھنؤ آمد پر کونسل کی طرف سے بڑے امام باڑہ میں خطبۂ استقبالیہ دیا گیا، تو راج بھون لکھنؤ میں ایک تقریب کے موقع پر انھوں نے ڈاکٹر ہاشمی کو چاندی کی ایک شیلڈ بطور تحفہ پیش کی اور ایران آنے کی دعوت بھی دی۔ اخبار نویس کی حیثیت سے ان کو سابق صدر جمہوریۂ ہند محترم گیانی ذیل سنگھ کے ہاتھوں ''پتر کار رتن'' ایوارڈ ملا اور گورنر یوپی پروفیسر وشنو کانت شاستری کے ہاتھوں ''پتر کار گورو سمان'' کے اعزاز سے نوازے گئے۔

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی میں عزت نفس کا زبردست مادّہ ہے اور اس کی دو مثالیں ان کو عام لوگوں سے ممتاز کرتی ہیں ڈاکٹر ہاشمی بابری مسجد ایکشن کمیٹی کی ابتدائی تحریک میں پوری طرح شریک تھے اور اس کی بازیابی کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔ اسی دوران کلیان سنگھ حکومت برخاست ہوئی اور صدر راج نافذ ہو گیا۔ ڈاکٹر ہاشمی کے عزیز دوست صوبہ کے گورنر عزت مآب بی ستیہ نارائن ریڈی نے انھیں ''اقلیتی کمیشن اتر پردیش'' کا چیئرمین نامزد کیا۔ لیکن ڈاکٹر ہاشمی نے یہ کہتے ہوئے اسے مسترد کر دیا کہ ایک تو ہمیں سیاست میں کوئی دلچسپی نہیں ہے پھر ہم بابری مسجد کی بازیابی کی تحریک میں شامل ہیں اور مسجد شہید ہو چکی ہے۔ اگر ہم یہ عہدہ قبول کرتے ہیں تو

عوام میں بےچینی پیدا ہوگی۔ اس لئے یہ وقت اس عہدے کو قبول کرنے کا نہیں ہے۔ ڈاکٹر ہاشمی نے اس طرح اپنی شخصیت پر ایک داغ لگنے سے بچالیا۔ جس کے لئے ان کی حلقۂ احباب میں پذیرائی بھی ہوئی۔ ڈاکٹر ہاشمی کو ایک اور موقعہ ملا ان کے ایک اور دوست چودھری نریندر سنگھ جن کی پارٹی کلیان سنگھ حکومت کی حمایت کر رہی تھی اور وہ اہم وزارت پر فائز تھے۔ جب محترمہ شیما رضوی کو وزارت میں شامل کیا گیا تو اردو اکادمی اتر پردیش کے چیئرمین کا عہدہ خالی ہوگیا۔ چودھری نریندر سنگھ صاحب نے ڈاکٹر ہاشمی کو اردو اکادمی کا چیئرمین بنوایا لیکن ڈاکٹر ہاشمی نے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ کی سرپرستی میں اکادمی کا چیئرمین کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے سیاست میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور میرے پاس اپنے کام سے فرصت بھی نہیں ہے۔ اس لئے اس عارضی عہدے کو قبول کرنے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ ڈاکٹر ہاشمی کے ایسے ہی اہم فیصلے جو آج خواب وخیال کی باتیں ہوگئی ہیں۔ وہ ان کی ذہانت کو بڑا تسلیم کرنے کے لئے مجبور کر دیتے ہیں اور یہ دونوں واقعات ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کے اس روشن پہلو کو عیاں کرتے ہیں کہ وہ لالچ کے جذبے سے بہت بلند ہیں اور عہدوں کے پیچھے نہیں بھاگتے اور نہ اپنا پیچھا کرنے والے عہدوں سے لپٹ جاتے ہیں۔

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی جو نہ صرف روٹری کلب سے وابستہ ہیں بلکہ وہ روٹری کلب کے صدر بھی رہ چکے ہیں، اس کلب کے پلیٹ فارم سے انھوں نے اردو کی بڑی خدمت کی ہے۔ متعدد ادبی وشعری نشستوں کا اہتمام کیا، شعرا کی پذیرائی کی، بعض شعراء کے شعری مجموعوں کی اشاعت کا بھی اہتمام کیا، جن میں سید شفق شاہ چشتی کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ نیز اردو کی بالادستی کے لئے اردو محافظ دستہ کے ذریعہ تحریک میں کلیدی رول ادا کیا۔ روٹری کلب لکھنؤ کے تحت بچوں کو پلس پولیو ڈراپس پلانے میں، ان کی سرگرمیوں میں ایک ایسا سیمینار بھی شامل ہے۔ جس میں ممتاز سنی اور شیعہ علما جن میں مولانا سید رابع حسنی ندوی، مولانا سعید الرحمٰن اعظمی، مولانا سید حمید الحسن،

مولانا سید اسحاق حسینی ندوی، مولانا محمد جہانگیر عالم قاسمی، مولانا خالد رشید فرنگی محلی، مولانا سید کلب جواد، روڑی کے گورنر مسٹر وی۔ این کپور، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی، ڈاکٹر منصور حسن اور ڈاکٹر مہندی حسن جیسے عالمی شہرت کے ڈاکٹروں نے شرکت کر کے پولیو ڈراپس کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کیا۔

ڈاکٹر ہاشمی کو "بسٹ روٹرین" کا ایوارڈ بھی پیش کیا جا چکا ہے۔ یہ ایوارڈ روٹری کلب انٹرنیشنل کے آبزور جان ویلکر ڈے امریکہ سے لے کر آئے تھے اور رویندر الے لکھنؤ میں ایک تقریب میں اس وقت کے مرکزی وزیر مالیات ایس بی چوہان کے ہاتھوں یہ ایوارڈ دیا گیا تھا۔ شاکر ہاشمی کے پاس کتنے ایوارڈ ہیں اس کی گنتی تو کبھی نہیں کی لیکن یہ معلوم ہے کہ ہر ایوارڈ، ان کے درجات کو بلند کرتا اور ان کی شخصیت کو نکھارتا رہا ہے۔ ان میں ایک بہت اہم ایوارڈ "بھارت گوروسمان" کے نام کا ہے۔ جو ورلڈ لیجسس پارلیمنٹ، شکاگو، امریکہ کی طرف سے ان کو ملا ہے۔

ڈاکٹر شاکر ہاشمی کو اپنے گھر پر قاری طیبؒ، قاری صدیق احمد باندوی، مولانا علی میاں اور قاضی مجاہد الاسلام، مولانا سید کلب عابد، مولانا عبدالسلام فاروقی جیسے متعدد علمائے کرام کی میزبانی کا شرف بھی حاصل رہا ہے، مولانا علی میاں کی وفات کے بعد لکھنؤ کے کرسچین کالج گراؤنڈ پر "جلسۂ پیام انسانیت بیاد مولانا علی میاں" کے اہتمام میں کلیدی رول ادا کیا تھا۔ جو اپنی جگہ پر خود ایک یادگار جلسہ بن چکا ہے۔

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی جب حجازِ مقدس کے سفر پر جا رہے تھے تو مولانا علی میاں نے مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے نام ایک تعارفی خط دیا تھا۔ چنانچہ ان کو ان کی ملی، سماجی، صحافتی اور علمی خدمات کے لئے مدینہ یونیورسٹی میں اعزاز سے نوازا گیا تھا اور جدّہ میں بھی سیمینار اور شعری نشستوں کا اہتمام ان کے اعزاز میں کیا گیا تھا۔

ڈاکٹر شاکر ہاشمی کی شخصیت کا ایک کرشمہ یہ بھی ہے اور شاید اس میں وہ منفرد حیثیت رکھتے ہیں کہ دستور ہند کے چاروں ستونوں یعنی لجس لیچر، ایکزیکٹیو، عدلیہ اور میڈیا سے تعلق رکھنے والی ممتاز شخصیات میں بیشتر کے ساتھ ان کے تعلقات ایسے ہیں کہ ایک ٹیلی فون کال پر ان کی رہائش گاہ پر وہ پہنچ جاتے ہیں۔ ان میں علم وادب کی ممتاز شخصیتیں، یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر، بے شمار گورنر اور وزیر اعلیٰ صاحبان، آئی اے ایس اور آئی پی ایس افسران بھی شامل ہیں۔ حالانکہ ان میں سے بعض کی صحت اور عمر شاکر صاحب کے گھر کی سیڑھیوں پر چڑھنے کے لئے مناسب نہیں ہے۔ یہ سیڑھیاں ایسی ہیں کہ جب گورنر جھارکھنڈ سید سبط رضی صاحب ان کی رہائش گاہ پر گئے تو بعد میں سبط رضی صاحب نے میرے کان میں کہا "ایار پاٹا" کی یاد آگئی"، ایار پاٹا" نینی تال کی ایک خوبصورت پہاڑی کا نام ہے جو نینی تال کے عین اوپر ہے۔ اس پہاڑی پر لیونارڈ ویلا نام کے ایک بنگلے میں انجمن ادب اطفال لکھنؤ کے بچوں کا سمر کیمپ "چندہ دیش" قائم ہوتا تھا، ہم جب ایار پاٹا پر چڑھتے تھے تو ایک دوسرے سے گناہ معاف کرالیا کرتے تھے۔

اس مجموعہ کلام "احساس" کے قارئین کے لئے یہ باتیں شاعرانہ نوعیت کی تو نہیں ہیں، لیکن یہ اس مقصد سے کی گئی ہیں کہ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کے بارے میں قارئین جان سکیں کہ وہ جتنے اچھے شاعر ہیں اُتنے اچھے انسان بھی ہیں۔ اور ایک اچھا انسان اپنے اشعار کے ذریعہ انسان میں انسانیت کے جذبات بیدار کرسکتا ہے اور ملک وقوم کو اپنی شاعری کے ذریعہ پیغام بھی دے سکتا ہے۔ میری دعا ہے کہ ڈاکٹر شاکر ہاشمی کے شعری مجموعے برابر آتے رہیں اور وہ شعر وادب کے خزانوں کو مالا مال کرتے رہیں، ساتھ ہی ان کی زندگی نوجوان نسل کے سامنے ایک ایسا نمونہ بنے جو خدمت خلق، انسانیت اور عزم وحوصلے کے ساتھ پیہم تعمیری جدوجہد سے عبارت ہو۔

حسین امین

امین آباد، لکھنؤ

سلمان علی خاں
افسر بہ کار خاص۔ گورنر اتر انچل

شاکر ہاشمی۔ دبستانِ لکھنؤ کا نمائندہ شاعر

ایک زمانہ تھا، جب اودھ کی گنگا جمنی تہذیب اور دبستانِ لکھنؤ کی شاعری اپنے عروج پر تھی۔ لکھنؤ کی شائستگی و شستگی، رواداریٔ و مہمان نوازی، وضعداریٔ و انکساری، فراخ دلی و خاکساری، وسیع الاخلاقی و وسیع النظری، خیر خواہی و انسان دوستی اور امن و آشتی کی اپنی ایک مخصوص پہچان بن چکی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس زمانہ میں لکھنوی آداب و اخلاق، طرزِ معاشرت و طرزِ لباس، طرزِ عمل اور طرزِ گفتار کا بھی اپنا ایک الگ ہی امتیاز و افتخار تھا۔ لیکن انقلابِ زمانہ کے باعث لکھنؤ کی شاندار تہذیبی روایات و اقدار انحطاط پذیر ہو گئیں۔ دراصل اودھ کی تہذیب جس کا آغاز برہان الملک نواب سعادت خاں (۱۷۱۹ء تا ۱۷۳۷ء) کے عہد میں ہوا تھا، اودھ کے آخری نواب واجد علی شاہ اختر (۱۸۴۷ء تا ۱۸۵۶ء) کے عہد میں روبہ زوال ہو گئی۔ اس سلسلہ میں جدید لب و لہجہ کے شاعر انیس انصاری نے زوال پذیر لکھنوی تہذیب کا ذکر کرتے ہوئے یہ سوال اٹھایا ہے کہ ''مادی ترقی کے ساتھ ساتھ ان پرانی، لیکن بابرکت تہذیبی روایت کو کیا ہم لوگ دوبارہ زندگی کے ایجنڈے میں مرکزی جگہ نہیں دے سکتے ہیں؟'' کیوں نہیں۔ ہم اپنی تہذیب کو زندہ و پائندہ بنائے رکھ سکتے ہیں۔ بس اس کے لئے عزمِ مصمّم اور اخلاص و استقلال کی ضرورت ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ قوم کبھی زندہ نہیں رہتی، جو اپنی زبان

اور تہذیبی وراثت سے منحرف ہو جاتی ہے۔ اس ضمن میں علامہ اقبالؔ نے صحیح اشارہ کیا ہے۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

قابلِ صد مبارک باد ہیں ڈاکٹر سلطان شاکرؔ ہاشمی اور انیسؔ انصاری جیسی شخصیتیں، جنھوں نے لکھنؤ کی قدیم تہذیبی روایت کو نہ صرف زندہ رکھا ہے، بلکہ دبستانِ لکھنؤ کی آبیاری بھی کر رہے ہیں۔ عیدالفطر ہو یا عیدالاضحیٰ۔ ڈاکٹر شاکرؔ ہاشمی کو ہی لیجئے، ان کی قیام گاہ پر مہمانوں کی ضیافت کی وہی پرانی اور شاہی رونق نظر آتی ہے۔ چاندی کی کراکری، تانبے کی خوبصورت اور اندر سے قلعی دار پتیلیوں میں ذائقہ دار مختلف اقسام کی سوئیاں، دہی بڑے، اور پکوڑیاں، لذیذ بریانی کباب و پوریاں وغیرہ اس اہتمام سے پیش کی جاتی ہیں کہ لکھنؤ کی قدیم تہذیب کی یاد دل میں خود بہ خود تازہ ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر ہاشمی کی رہائش گاہ کے ڈرائنگ روم میں قدیم طرز کے صوفے، شاندار کرسیاں، جھاڑ فانوس، قالین و مسند اور خاص طور سے ان کی کرسی کے پاس لہراتا ہوا قومی پرچم نیز خوبصورت الماریوں میں سجی ہوئی قیمتی کتابیں جسے دیکھ کر بقول پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ ''منی راج بھون'' کا گمان ہوتا ہے۔ اسی طرح سلطان شاکرؔ ہاشمی کو کسی تقریب میں دیکھئے تو ان کا لباس بھی اودھ کی تہذیب کا عکاس نظر آئے گا۔

الغرض سلطان شاکرؔ ہاشمی ایسے گوناگوں اوصاف کے حامل شخص ہیں، جو بیک وقت لکھنؤ کی شاندار تہذیبی وراثت کی نمائندگی کرنے کے ساتھ ہی دبستانِ لکھنؤ

کی قدیم شعری روایات سے استفادہ اپنا اوّلین فریضہ سمجھتے رہے ہیں۔ سلطان شاکر ہاشمی دراصل ایک ایسے اصول پسند اور حق پرست شاعر ہیں، جو لکھنوی اخلاق وآداب، زبان وبیان اور تہذیب ووضعداری کے اتنے دلدادہ ہیں کہ ان کے لیے اپنی تہذیبی وراثت سے انحراف تو دور کی بات رہی وہ اپنے اجداد سے بغاوت کی بھی ہمت وجرأت نہیں کر پاتے۔ ان کا یہ شعر دیکھئے۔

اجداد سے ہم اپنے بغاوت نہیں کرتے
بھولے سے دکھاوے کی محبت نہیں کرتے

یہ سچ ہے کہ لکھنوی تہذیب ایک ایسی لاثانی تہذیب رہی ہے جس کی سب سے بڑی خوبی مذہبی رواداری وہم آہنگی، خیر سگالی، وخیر اندیشی اور بے لوث اخوت ومحبت ہی رہی ہے، جب کہ خودستائی وخودنمائی ہمیشہ متروک ومطعون رہی ہے۔ پھر بھلا دکھاوے کی محبت کی گنجائش کہاں؟

ڈاکٹر ہاشمی کے اس سے قبل دو شعری مجموعے ''تلاش'' اور ''پیاس'' شائع ہو چکے ہیں۔ ان دونوں شعری مجموعوں میں شامل سلطان شاکر ہاشمی کے کلام اور ان کی شخصیت کے بارے میں علم وادب کی ممتاز ومعروف شخصیات اظہارِ خیال کر چکی ہیں، جن میں حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندویؒ، پروفیسر آل احمد سرورؔ، علی سردار جعفری اور پروفیسر جگن ناتھ آزاد وغیرہ قابل ذکر ہیں، اب ان کا ایک نیا مجموعۂ کلام ''احساس'' منظر عام پر آرہا ہے۔ سلطان شاکر ہاشمی کی غیر معمولی سماجی خدمات کے علاوہ اقلیتوں کے مسائل کے حل کے لئے ان کی قومی یک جہتی وحبُ الوطنی کے جذبے کو پروان

چڑھانے سے متعلق سرگرمیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک بار اتر پردیش کے گورنر عزت مآب بی۔ ستیہ نارائن ریڈی صاحب نے موصوف کو اقلیتی کمیشن اتر پردیش کا چیئرمین نامزد کرنے کی پیش کش کی تھی اور ڈاکٹر ہاشمی صاحب نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا تھا کہ ابھی مجھے سیاست میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس وقت میں عزت مآب گورنر صاحب کا انفارمیشن افسر تھا میری نظر میں سلطان شاکر ہاشمی کے اس فیصلہ نے قدر و منزلت میں اضافہ کیا۔ اسی طرح سابق وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ کے دورِ حکومت میں کابینہ وزیر چودھری نریندر سنگھ کی پہل پر ریاستی اردو اکادمی کا چیئرمین مقرر کرنے کے بارے میں سلطان شاکر ہاشمی کے سامنے جب ان کی رضا مندی کا معاملہ آیا تو انھوں نے نفی میں جواب دیا اور مقتدر بن گئے۔

ڈاکٹر ہاشمی نے ''تعلیم کی ترقی میں میڈیا کا کردار'' موضوع پر تحقیقی کام کیا اور شہرت حاصل کی اور ہندی ساہتیہ شاعری میں بھی نمایاں مقام حاصل کیا۔ موصوف برسوں سے میڈیا فاؤنڈیشن کے سربراہ ہیں اور روٹری جیسی بین الاقوامی تنظیم کے سب سے کم عمر کے صدر رہ چکے ہیں، اس کے علاوہ موصوف اپنی صحافتی اور طباعتی سرگرمیوں کے ساتھ ہی سماجی، فلاحی اور تعلیمی امور کو فروغ دینے کے علاوہ ادبی و شعری نشستوں میں پوری دلچسپی کے ساتھ شرکت کرتے رہتے ہیں اور نوجوان نسل کی برابر حوصلہ افزائی بھی کرتے رہتے ہیں۔ موصوف کو گرانقدر صحافتی خدمات کے صلہ میں سابق صدر جمہوریہ ہند گیانی ذیل سنگھ کے ہاتھوں ''پترکار رتن ایوارڈ'' ملا۔ جب کہ ''بھارت گوروسمان'' ''ورلڈ ریکارڈس پارلیمنٹ، امریکہ کی جانب سے اعلیٰ اعزاز ملا اور ابھی حال میں گورنر یوپی

وشنو کانت شاستری کے ہاتھوں ''پتر کار گورو سمان'' بھی مل چکا ہے، ساہتیہ رتن اور ساہتیہ واچسپتی جیسے اہم اعزازات سے بھی ان کو نوازا گیا۔ اس سے ان کی سماجی، صحافتی، ادبی اور شعری صلاحیت اور خدمات کا بہ آسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ہندوستان دراصل دنیا کا ایک ایسا عظیم ملک ہے جس نے سب سے پہلے اقوام عالم کو امنِ عالم و بقائے باہم، انسانیت و عدم تشدد کا سب سے بڑا پیغام دینے کے ساتھ ہی انسان کو یہ رمز بھی سمجھایا کہ ''دنیا ایک کنبہ'' ہے یہ وہ ملک ہے، جس نے ہمیشہ مظلوم کی اعانت و حفاظت کے ساتھ ہی جبر و تشدد کی مخالفت کی ہے۔ اِسی حقیقت سے روشناس کراتے ہوئے سلطان شاکر ہاشمی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہر موڑ پہ مظلوم کے ہمراہ ملیں گے
ہم جبر و تشدد کی حمایت نہیں کرتے

اسی طرح سلطان شاکر ہاشمی نے عدم تشدد کے جذبہ کی ستائش کرتے ہوئے حُبّ الوطنی کو اپنا اوّلین فریضہ قرار دیا ہے ان کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیے۔

شر پسند جو بھی کچھ کہہ رہے ہیں کہنے دو
ہم وطن کے ہر غم کو اپنا غم سمجھتے ہیں

آج دنیا میں ظلم و زیادتی، قتل و غارت گری اور سینہ زوری و ہٹ دھرمی اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے اور انسان اپنی انسانیت کو یکسر فراموش کرتے ہوئے اب اتنا سفاک بن چکا ہے کہ اس کے دل میں اپنی بداعمالی کے عبرتناک انجام کا بھی کوئی خوف باقی نہیں رہ گیا ہے۔ آج حالت اس درجہ خراب ہو چکی ہے کہ دنیا میں تشدد ایک

عام بات بن گئی ہے سلطان شاکر ہاشمی نے اس کی کیا خوب عکاسی کی ہے۔

یہ دنیا کس قدر ہے پُر خطر کہتے نہیں بنتا
رہیں گے کب تلک شانوں پہ سر کہتے نہیں بنتا
جو کچھ پیسوں کی خاطر اپنے وعدے بیچ دیتا ہو
اب اس انساں کو ہم سے معتبر کہتے نہیں بنتا

عام طور پر ایسا کہا جاتا ہے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جو شخص جیسا کرے گا اُسے انجام بھی ویسا ہی بھگتنا پڑے گا۔ اس حقیقت کی سلطان شاکر ہاشمی نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

اُس نے جی بھر کے ستم لوگوں پہ ڈھایا ہوگا
خون لاکھوں کا سرِ عام بہایا ہوگا
آپ کو بھی کوئی انسان ستائے گا اگر
آپ نے بھی کسی انساں کو ستایا ہوگا

المختصر ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کے اس شعری مجموعہ میں شامل کلام کا مطالعہ کرنے پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ موصوف دبستانِ لکھنؤ کے ایک نمائندہ شاعر ہی نہیں، بلکہ اودھ کی شاندار تہذیب کے دلدادہ اور پرستار بھی ہیں۔ مجھے یقین کامل ہے کہ موصوف کا یہ نیا مجموعۂ کلام ''احساس'' مقبول خاص وعام ہوگا۔

سلمان علی خاں
راج بھون اترانچل

قاسمی جو فلاحی اور رفاہی کاموں میں ہمہ تن منہمک ہیں۔ ان کی مفید رائے سے میرے حوصلوں کو جلا ملی ہے ☆محترم عابد سہیل جو ایک معتبر ناقد، ادیب اور صحافی ہیں ان کی رائے نے مجھے بہت تقویت پہونچائی ہے ☆ڈاکٹر اقتدار حسین فاروقی جو سائنس کی دنیا کی اہم شخصیت ہیں اور اسلامی اقدار کے پیرو بھی! ان کی تحریر میرے لئے بڑی اہم ہے ☆پروفیسر خان محمد عاطف دلچسپ مگر ذی علم اور بارعب انسان ہیں ان کی تحریر بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ ان کا تحریر کردہ حرف حرف میرے لئے سرمایۂ افتخار ہے ☆محترم عثمان غنی ایک معتبر صحافی ہیں۔ ان کا قرب اور نیک مشورے مجھے ہمیشہ حاصل رہے۔ اب ان کی قلمی رائے نے میری خوبیوں کو مجھ پر منکشف کر دیا ہے۔ ☆آنجہانی کرشن بہاری نور اردو دنیا کے مشہور و ممتاز شاعر ہیں ان کی رائے مشعل راہ کا کام دے گی ☆محترم بشیر فاروقی نہ صرف ایک کہنہ مشق شاعر ہیں بلکہ ذاتی طور وہ انتہائی ملنسار اور ادب نواز شخصیت کے مالک ہیں ان کی تحریر ہمارے لئے بہت اہمیت کی حامل ہے ☆محترم حسین امین معروف و ممتاز صحافی ہیں۔ مجھ سے ان کا تعلق، دیرینہ ہے۔ ان کا اشتراک و تعاون مجھے ہمیشہ حاصل رہا ہے اور آج بھی ہے ان کی تحریر اپنائیت سے مزین ہے ☆محترم سلمان علی خاں محکمۂ اطلاعات سے وابستہ رہے ہیں وہ صحافتی رموز و نکات سے بخوبی واقف ہیں مگر میرے لئے ہمیشہ مخلص رہے ان کی راج بھون سے وابستگی میرے تعلقات کو تقویت بخشتی رہی اور اب ان کی تحریر محبتوں کا تحفہ ہے ☆محترم اختر الملک مشہور صحافی ہیں انگریزی اور اردو پر یکساں عبور رکھتے ہیں کم لوگوں کو ان کی قربت نصیب ہوتی ہے مگر میرے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ حیران کن ہے اور مسرت بخش

اختر الملک
چیف ایڈیٹر کارِ جہاں لکھنؤ

سلطان شاکر ہاشمی

شخصیت کی منجملہ خصوصیات میں سے کچھ پہلوؤں کا جائزہ

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی سے میری ملاقات ان ایام میں ہوئی جب کہ لکھنؤ کی ادبی انجمنیں اور دانشورانہ صحبتیں ختم ہوتے ہوتے معدوم ہو چکی تھیں۔ ایک وقت تھا کہ امین آباد اور حضرت گنج اور چوک میں ہر قسم کے بے شمار ریسٹوران اور چائے خانے تھے۔ جہاں پہروں اور گھنٹوں لوگ یکجا ہو کر علم و ادب اور سیاست کی نت نئی بدلتی ہوئی صورتوں پر تبادلہ خیالات کیا کرتے تھے اور افہام و تفہیم کے ذریعہ ایک دوسرے کے خیالات سے مستفیض ہوتے تھے اور جاندار تحرکات لے کر اپنی تحریر و تقریر و عملی زندگی کو وسیع تر بنانے میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ بھی کرتے تھے۔ لیکن یہ سب چائے خانے اور ریستورانوں کی جگہیں ایسی غائب ہو گئیں ہیں کہ جیسے وہ کبھی تھیں ہی نہیں اور اکثر ان جگہوں پر فاسٹ فوڈ سینٹر اور ان چائے خانوں نے لے لی ہے۔ جہاں کھڑے کھڑے چائے پیجئے اور چلتے بنیے۔

لکھنؤ وہ تھا جہاں کبھی سجاد ظہیر، سید احتشام حسین، م نسیم، حلقۂ ارباب فکر کے ساتھ افتخار اعظمی، تھاٹ فورم کے ساتھ میں خود، لکھنؤ اکیڈمی کے ساتھ ڈاکٹر ہرش نرائن اور یشپال جی کی محفلوں کے ساتھ ہمہ آباد رہا کرتی تھیں۔ اور حالیہ گذرے

آٹھ دس برسوں پہلے، رام لعل، شمس الرحمان فاروقی، عمیق حنفی، بشیشر پردیپ، شہاب سرمدی وغیرہ اور دوسرے شہروں کے ادیب وشاعر، دانشور اور سیاست داں حضرات سے شہر علمی وادبی محفلوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ان انجمنوں اور محفلوں نے ایک سے دوسرے تک صاحب فہم اور صاحب تحریر وتقریر وسماجی فعال کارکنوں میں وہ روح پھونکی جس کی بازگشت اندرون ملک اور حتیٰ کہ بیرونِ ملک تک دور دور تک پھیلتی گئی۔ لیکن آج وہی لکھنؤ جس کا ماحول ایسا سنسان ہو چلا ہے کہ لگتا ہے کہ جیسے کبھی کچھ تھا ہی نہیں۔

وقت کی انھیں ستم ظریفیوں کے درمیان چلتے ہوئے جب میں نے ڈاکٹر شاکر ہاشمی صاحب کے یہاں منعقدہ چند ادبی اور علمی محفلوں میں شرکت کی تو مجھے ایک گوناں اطمینان محسوس ہوا ایسے ماحول میں جب کہ علم وادب کے فروغ کے لئے کتنے خیمے اور کتنی طنابیں اُکھڑ چکی ہیں ڈاکٹر شاکر ہاشمی صاحب تن وتنہا اس مشعل کو روشن کئے ہوئے ہیں جو کسی بھی تہذیب اور سماج کے لئے قیمتی ترین ہوا کرتی ہے اور جو بعد ازاں ایک تہذیبی سرمایہ بن جایا کرتی ہے۔ میری ان سے قربت بڑھنے لگی۔

میرا تجسّس ان کے بارے میں بڑھنے لگا اور میں ان کی شخصیت کے عناصر میں انھیں تلاش کرنے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے کہ لوگ اجتماعات سطحی طور پر اور ناروا طریقے پر یعنی اجتماع برائے اجتماع کر کے خوش ہوتے ہیں۔ لیکن رفتہ رفتہ کے عمل میں، میں نے محسوس کیا کہ وہ تصنع اور سطحی اجتماعات

سے اپنا دامن بچاتے جارہے ہیں اور پھر تو ان کے یہاں ایسے ایسے اجتماعات ہوئے جو صحیح معنوں میں زندگی اور سماج کے ترجمان کہے جاسکتے ہیں۔

ان اجتماعات میں سے زیادہ تر ان کے گھر میں منعقد ہوا کرتے ہیں۔ جس میں شرکت کرنے والوں کی بہت طویل فہرست ہے، لیکن ان میں چند بہت نمایاں جو مذاکرات ہوئے اور جس میں میں نے بذات خود شرکت کی۔ سابق وزیر اعظم مسٹر وی۔ پی۔ سنگھ، ڈاکٹر کرن سنگھ اور مختلف ریاستوں کے گورنر حضرات مثلاً ڈاکٹر اخلاق الرحمٰن قدوائی، بی ستیہ نرائن ریڈی، وغیرہ اور حال ہی میں سید سبط رضی صاحب گورنر جھارکھنڈ کے علاوہ مسٹر رام پرکاش وزیر اعلیٰ اتر پردیش، مسٹر ہتیشور سیکیہ وزیر اعلیٰ آسام، مسٹر کلیم الدین شمس وزیر مغربی بنگال، احمد سعید ملیح آبادی، اور سابق وزیر اعلیٰ مسٹر رام نریش یادو اور آئی اے ایس اور آئی پی ایس حضرات جس میں قابل ذکر حضرات میں مسٹر یوگیندر نرائن، مسٹر رائے سنگھ، مسٹر انیس انصاری، پی۔ سی شرما، چندر پال، لکھمی چند، ڈی جی پی مسٹر مہیش چندر دیویدی، آئی جی مسٹر برجندر سنگھ، مسٹر رام لال رام مدھر، مسٹر شیلیندر ساگر، چمن لال تلک کاک، پروفیسر بھومتیر دیو، وائس چانسلر گورکھپور یونیورسٹی یو۔ پی کے لوک آیکت جسٹس ایس سی ورما وغیرہ (لمبی فہرست مرتب ہوجائے گی جن کا احاطہ اس مضمون میں ممکن نہیں ہے)۔

ان اجتماعات میں جو سب سے قیمتی بات اُبھر کر سامنے آئی وہ یہ کہ ان حضرات نے اپنے خیالات کے اظہار میں اور بحث ومباحثہ میں ڈپلومیسی کے طور پر نہیں بولے بلکہ کھلے دل سے اپنی باتیں رکھیں۔ جو ایک دوسرے پر بہت اثر انداز ہوئیں۔ اور

اس سے سماجی سیاسی اور ادبی تناظر میں زندگی اور سماج کی صحیح ترجمانی ہوئی۔ اور وہاں پر موجود مختلف دماغوں کو ایک دوسرے سے بہت کچھ ملا اور سماجی بھلائی کے میدان میں زبردست محرکات کی تحریک پیدا ہوئی۔

ان علمی وادبی اجتماعات کے علاوہ "پریس ومیڈیا کو اطلاعات کا حق" کے عنوان سے اور وضع قانون اور سماج وملک کے لئے کس طرح کے قانون بنائے جائیں اور ان میں کس طرح کے غور وفکر کے عناصر شامل رہیں، اس پر بھی کئی بڑے سیمینار ڈاکٹر شاکر ہاشمی صاحب کی سرپرستی میں منعقد کئے گئے۔

ایک سیمینار سابق چیف جسٹس آف انڈیا مسٹر جسٹس اے۔ ایم۔ احمدی کے ساتھ ہوا جو بہت کامیاب رہا اس میں بہت سے مسائل اور فکری پہلوؤں کا احاطہ بھی کیا گیا۔ اس کے بعد ایک ڈی۔ آر۔ ٹی۔ بار ایسوسی ایشن اور میڈیا فاؤنڈیشن کے اشتراک سے لکھنؤ یونیورسٹی کے مالویہ ہال میں ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس ترون چٹرجی، مسٹر جسٹس وشنو سہائے، مسٹر جسٹس آئی ایم قدوسی، مسٹر جسٹس کے۔ ایس راکھڑا، لکھنؤ یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر ڈی پی سنگھ اور دیگر اہم صاحبان کے ساتھ سیمینار منعقد ہوا جس میں غریبوں کو جلد انصاف دیا جانا، عدلیہ کی کارکردگی اور میڈیا کے رول پر سیر حاصل گفتگو ہوئی، اس عنوان سے پہلے بھی بہت اہم سیمینار جو ہوٹل کلارک اودھ میں منعقد ہوے جس کی صدارت صوبہ کے گورنر پروفیسر وشنو کانت شاستری نے کی اور مسٹر جسٹس حیدر عباس رضا، مسٹر جسٹس جگدیش بھلا، انڈین ایکسپریس کے ایڈیٹر مسٹر گھنشیام پنکج اور

بڑی تعداد میں مشہور اور معتبر صحافی، دانشور اور جج صاحبان شریک محفل تھے جنھوں نے اپنے خیالات وافکار سے موضوع کا بہتر طریقے سے احاطہ کیا۔ خصوصی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر ہاشمی نے ان سیمیناروں میں عنوان کے اعتبار سے ہندی اور انگریزی میں مقالے پیش کئے جس سے نئے گوشے اُجاگر ہوئے۔ اسی طرح کرسچن کالج گراؤنڈ پر منعقد ہونے والا جلسۂ پیام انسانیت جو کہ لکھنؤ کے جلسوں کی تاریخ میں ایک سنہرے باب کی حیثیت سے جانا جاتا ہے جسے ڈاکٹر ہاشمی کی محنت، خلوص، انہماک اور تجربہ نے انفرادیت بخشی تھی۔ ایک اور قابل ذکر ملاقات اور بات چیت کا سیشن ڈاکٹر شاکر ہاشمی صاحب کے ہمراہ سابق وزیر اعظم آئی۔ کے۔ گجرال سے ہوا جو بہت یادگاری ہے۔ اور جس طرح سے وہاں پر موجود لوگوں کو علم وآگہی میں اضافہ کرنے کو ملا اور یہ اندازہ ہوا کہ ایک محترم شخصیت جس کے ہاتھ میں پورے ملک کی باگ ڈور تھی وہ کس طرح سوچتے ہیں اور لوگوں کے مسائل کو کس طرح حل کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کے علم وعمل اور اس کے لئے ذوق وشوق کا یہ اہم پہلو تھا، جس میں وہ شہر کے ایک روح رواں کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ کہنا قطعی غلط نہ ہوگا کہ آج کے ماحول میں یہ پورے شہر میں کارآمد اور بہت معیاری قسم کی محفلیں منعقد کررہے ہیں اور ساتھ ہی تعریف یہ ہے کہ اپنے گھر پر منعقد ہونے والے ان اجتماعات کے اخراجات وہ خود اٹھاتے ہیں اور میں نے نہیں دیکھا یا سنا کہ کبھی انھوں نے کسی سے چندہ لیا ہو یا کوئی اور عوامی یا سرکاری امداد لی ہو۔

''پیسہ ہے تو کرتے ہیں یہ کون سی بڑی بات ہے''لیکن بڑی بات تو یہ ہے کہ جس لگن سے اور جس ذوق وشوق سے وہ یہ محفلیں منعقد کرتے ہیں اور اس کے منجملہ کاموں کی دردسری اپنے ذمہ لیتے ہیں اور ڈاکٹر ہاشمی کی محفل کے عنوان کے حساب سے اپنا مقالہ پیش کرنے اور بحث ومباحثوں میں پوری طرح شریک ہوتے، جس میں علم وادب کی بلند وبالا شخصیات اکثر محظوظ ہوتی اور ڈاکٹر ہاشمی کے علم وفن کی داد بھی دیتی ہیں۔ دوسرے ان سب باتوں کے درمیان ان کی تنظیمی صلاحیت تو واقعی قابل تعریف ہے۔ ان کی سمجھ وفہم کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ علمی، ادبی اور سیاسی شخصیات کے درمیان جس طرح کے گزیر وپیکار کی حالت رہتی ہے، طرح طرح کے دماغوں کو کس طرح یکجا کر کے ایک پلیٹ فارم پر لایا جائے اور کس طرح ایک دوسرے میں سمجھ وفہم کے بڑھنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

بڑے اجتماعات میں ان کا تقریر کرنے کا انداز جلسوں کو کنڈکٹ کرنے کا طریقہ پُر اثر ہوتا ہے۔ جس میں ان کی علمی لیاقت کا مظاہرہ بھی ہوتا ہے اور فکر کی گہرائی کا بھی پتہ چلتا ہے اور سب سے بڑھ کر وہ خوب جانتے ہیں کہ برمحل کہاں پر کیا کہنا ہے۔ ان کی تحریروں میں سنجیدگی، متانت، اثر اور زندگی کے خوشگوار پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کے تاریک اور مایوس پہلوؤں پر بھی نگاہ ہوتی ہے جس سے ڈاکٹر شاکر ہاشمی کو شہرت، محبوبیت، اور عام پسندیدگی حاصل ہوئی ہے۔۔ وہ بیک وقت ادیب شاعر اور صحافی ہیں۔

چالیس برسوں کی علمی، ادبی، سیاسی اور صحافتی محفلوں کو اپنے تھاٹ فورم

کے تحت، افتخار اعظمی، سید منور شیر، احسان الٰہی، مولانا ڈاکٹر شمس تبریز خاں، ڈاکٹر داؤ جی گپتا اور نہ جانے کتنے نام اور کتنی شخصیتوں کے ساتھ گذارنے کے بعد زندگی کے جانے کتنے افق مجھ پر روشن ہوئے ہیں، کتنی یادیں، کتنی باتیں، کتنے علمی ادبی اور سائنسی تناظر اور کتنے سلسلے میرے اندر صفحۂ قرطاس پر آنے کے لئے کروٹیں لیتے رہتے ہیں اور میں وقت کا منتظر ہوں۔ اور اس لئے اپنے دوست ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کے بارے میں انتہائی معذرت کے ساتھ رقمطراز ہوں کہ میرا ذہن انتہائی حقیقت پسندانہ ہے جو خود نہ جانے میری کتنی باتوں اور عمل کو اگر وہ واقعی حقیقت پر مبنی نہ ہو تو یکسر مسترد کر دیتا ہے۔

اس لئے میری تحریر اس طرح کی شاعرانہ انداز کی تحریر نہیں ہو سکتی جو عام طور سے لکھی جاتی ہے۔ لیکن ہاں یہ ضرور ہے کہ میری فہم و بصیرت نے زندگی میں جو کچھ بھی حاصل کیا ہے۔ وہ میرے اندر کی محبت کی جہتوں کی بدولت حاصل ہوا ہے۔ اور جس کو میں زندگی کا حقیقی سرمایہ اور حاصل سمجھتا ہوں اور یہ خود میری کوششوں اور کاوشوں کا حامل ہے۔

اس اعتبار سے ڈاکٹر شاکر ہاشمی کو انتہائی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ آج جس طرح انھوں نے خود کی ترقی حاصل کی ہے۔ یعنی Self Made انسان کی حیثیت سے وہ ابھرے ہیں۔ وہ انتہائی قابل ستائش ہے۔ آسانیاں ہونے پر تو سبھی اپنی دنیا بنا لیتے ہیں لیکن آسانیاں نہ ہوتے ہوئے جدوجہد کر کے کچھ بنانا ہی سب سے بڑا حاصل ہوا کرتا ہے۔ اور بڑا بننا ہوا کرتا ہے۔ لیکن اصل حاصل اور بڑائی انسان اس وقت حاصل کرتا ہے کہ جب اختیار و وسعت آجانے کے بعد اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھی بھلائی کرتا جائے۔ اور نام و نمود و نمائش میں جو موجودہ سوسائٹی کا طرۂ امتیاز بنتا

جارہا ہے۔اور اس لئے ان کے لئے ایک انتہائی قیمتی سوال یہاں ثبت کرتا ہوں "بڑا کیا ہوتا ہے اور بڑائی کیا ہوتی ہے۔اگر اس سوال کو حل کرلیا جائے تو پوری زندگی اور وجود کا حاصل وحصول مل سکتا ہے۔

ڈاکٹر ہاشمی کو ملک کی اہم شخصیات نے ان کی علمی ادبی اور صحافتی اور سماجی خدمات کے اعتراف میں بے شمار اعزازات سے نوازا اور انھوں نے بیرون ملک کا سفر اختیار کر کے اپنے علم وتجربہ میں اضافہ کیا جس کا اثر بھی ان کی تحریروں اور شاعری میں بخوبی دیکھنے کو ملتا ہے۔ڈاکٹر شاکر ہاشمی صاحب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ہر طرح کے اختلافی خیالات کو بہ توجہ سنتے ہیں اور ان پر غور کرتے ہیں اور مدمقابل کے خیالات سے اس سے ان کے رشتوں میں کوئی فرق نہیں آنے پاتا۔

وہ متین، سنجیدہ اور وقت ضرورت پر دوسروں کے کام آنے والے، لیکن ساتھ ہی اپنے کو اِدھر اُدھر اُلٹے سیدھے لوگوں اور فضول کی سیاست سے بچا کر رکھنے والوں میں ہیں۔کوئی وجہ نہیں کہ وہ ایک نہ ایک دن کامیابی کی اور بھی منازل طے کرلیں۔میں میڈیا فاؤنڈیشن کے اراکین کو مبارک باد دیتا ہوں کہ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کے ادبی سرمایہ کو یکجا کر کے اور اس کو شائع کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور اپنے دوست ڈاکٹر شاکر ہاشمی کی شعری، ادبی اور صحافتی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے اس تیسرا شعری مجموعہ کلام "احساس" کے لئے اپنی نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔

اختر الملک

۱۔سندر باغ، لکھنؤ

رضوان احمد فاروقی

چیف ایڈیٹر۔اردو میڈیا

شاکر ہاشمی، صفات اور شاعری

عشق کی راہوں پہ گر چلنا پڑے دو چار گام
مات کھا جائیں فرشتے بھی بشر کے سامنے

ابنِ آدم خوبیوں اور خامیوں کا مجموعہ ہے اس لئے کسی کو فرشتہ اور کسی کو معصیتوں سے آلودہ سمجھنا غلط ہے۔لیکن غلطیوں پر ندامت کے سبب ہی مالکِ حقیقی کو یہ فرشتوں سے زیادہ عزیز ہے۔نیز اشرف المخلوق ہونے کا فخر بھی اسے حاصل ہے۔کہتے ہیں انسان کی شخصیت پر اُس کے نام کے اچھے بُرے اثرات کم وبیش ضرور ہوتے ہیں، لیکن وہ جو اسمِ بامسمّٰی ہیں اُن پر اِن کے نام کے اثرات بہت نمایاں ہوتے ہیں۔یہاں جس شخصیت کا ذکر مقصود ہے اُس پر بھی اس کے نام کے اثرات بہت واضح ہیں۔یہ شخصیت ہے ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کی۔شاکر اسم فاعل ہے یعنی شکر ادا کرنے والا۔ان کی ولدیت صابر ہے۔یہ بھی اسم فاعل ہے۔اس کے معنی صبر کرنے والے کے ہیں۔اس طرح یہ صابر وشاکر کا مرکّب ہوئے۔اب ذرا ان کی عمر، ترقیاں، کارنامے اور منصوبے دیکھئے تو آپ کو کہنا ہی ہوگا کہ اتنا کچھ بغیر شکر وقناعت اور صبر واستقلال کے حاصل ہی نہیں کیا جاسکتا۔ان کے بارے میں کسی کی رائے کچھ بھی ہو مگر میری رائے یہی ہے کہ خدا ہر کسی کو مخصوص نہیں بناتا اور جسے بناتا ہے اُس میں کچھ خوبیاں اور

صفات ضرور ہوتی ہیں جو یقیناً شاکر صاحب میں ہیں۔ ورنہ شہر میں طباعتی پریس نہ پہلے کم تھے نہ اب کم ہیں۔ پہلے بھی ان سے بڑے پریس والے تھے اور آج بھی ہیں لیکن متضاد مگر ناقابل فراموش خوبیوں کے سبب جو شہیہ عوام وخواص میں ان کی ہے وہ کسی دوسرے پریس والے کی نہیں ہے (غشی نولکشور اس سے مستثنیٰ ہیں)۔

شاکر صاحب نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ اس لئے ان کو زندگی کے تلخ وترش تجربات ہیں۔ تجربات کی بھٹی میں تپ کر ہی یہ کندن بنے ہیں۔ یہ زینہ بزینہ یہاں تک پہونچے ہیں۔ محنت کے ساتھ ذہانت، مستعدی اور کچھ کر گزرنے کی لگن نے انھیں ترقیوں سے ہم کنار کیا ہے۔ ان کی کامیابیوں میں ان کی نرم گفتاری، بزلہ سنجی، دوسروں کے عیوب بیان نہ کرنا اور بزرگوں سے تعلق خاص کا بڑا دخل ہے۔ یہ جس طرح کی مفید وبامقصد محافل کا انعقاد اور اہتمام وانصرام کرتے ہیں اور مختصر وقت میں جس قدر اہم لوگوں کو یکجا کر دیتے ہیں وہ ہر کسی کے لئے آسان نہیں۔ ان کے یہاں ہر مکتبۂ فکر کے علماء، دانشور، سیاسی لیڈران، پروفیسر صاحبان اور ممالکِ غیر کی اہم شخصیات جب تب آتی رہتی ہیں۔ بلا مبالغہ ان کی رہائش گاہ پر ہونے والی چھوٹی سے چھوٹی تقریب بھی پُر تکلف اور اہم ہوتی ہے۔ اہم اس لئے کہ ان چھوٹی چھوٹی غیر رسمی تقاریب میں بھی جس قدر اہم لوگ شریک ہوتے ہیں اُتنے عموماً اہم اجلاس اور سیمینار وسمپوزیم میں بھی نہیں ہوتے۔ وقت وحالات کے تناظر میں شاکر صاحب نے بڑے اہم اجلاس کئے ہیں، جن میں خواص کے ہمراہ عوام بھی شریک ہوئے ہیں۔ تمام واقعات کا بالتفصیل اور بالترتیب ذکر طوالت کا سبب بنے گا اور بات کہیں سے کہیں پہونچ جائے گی اِس لئے اختصار سے کام چلا رہا ہوں۔

بھی! ☆محترم رضوان احمد فاروقی جو ادیب، صحافی اور شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں جن کے قلمی تیر ونشتر سے بہت کم لوگ بچے ہیں ان میں سے ایک ہم بھی ہیں۔ان کی قلمی رائے نے مجھے تقویت بخشی ہے ☆محترم حامد اللہ قمر لکھنوی، کرشن بہاری نور کے شاگرد ہیں، منکسر المزاج ہیں۔قصباتی خلوص اور سادگی انھیں دوسرے شعراء سے الگ کرتی ہے۔خالص لکھنوی زبان میں شعر کہتے ہیں۔ان کی تحریر بھی خوب ہے ☆محترم منظور پروانہ ایک اچھے افسانہ نگار اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ صاف ستھری طبیعت کے انسان ہیں۔ان کی رائے بھی کم اہمیت کی حامل نہیں ☆ڈاکٹر تشنہ عالمی صاحبِ طرز شاعر ہیں کم ملاقاتیں ہیں مگر ان کے خلوص اور عاجزی نے متاثر کیا ان کے تاثرات نے ان کی قدر و قیمت کو میری نظر میں مزید بڑھا دیا ہے، ☆اپنی صلاحیتوں اور خوبیوں سے بے خبر انور ندیم جو اپنی دھن اور لگن کے پکے ہیں اور بے خوف وخطر اپنے قلم کو رواں دواں رکھتے ہیں۔ان کی تحریر پڑھنے اور سمجھنے سے تعلق رکھتی ہے۔علم وادب، صحافت وسیاست کے آفتاب ومہتاب ☆محترم مہپال سنگھ شاستری گورنر گجرات ☆مشہور شاعر وادیب پروفیسر معین الحسن چشتی ☆ماہر تعلیم پروفیسر انوار الحق قاسمی ☆پروفیسر سریندر سنگھ (وائس چانسلر اودھ یونیورسٹی) ☆پروفیسر ہری کرشن اوستھی (وائس چانسلر لکھنؤ یونیورسٹی) ☆محترم کلیم الدین شمس (وزیر حکومت مغربی بنگال) ☆ماہر سماجیات پروفیسر مہندر سنگھ نیر ☆محترم جگدیش نرائن گپتا، مشہور افسانہ نگار ہندی، اردو اور انگریزی پر یکساں قدرت رکھنے والے ☆پروفیسر وشنو کانت شاستری (گورنر اتر پردیش)، جو نہ صرف شعر وادب سے محبت کرنیوالے بلکہ اس کے نقوش ان کی

زیادہ نہ سہی لیکن کم وبیش پچھلے پندرہ برس سے شاکر صاحب کو قریب ودور سے جانتا ہوں۔ گذرتے وقت کے ساتھ تعلقات میں استحکام واضافہ ہی ہوا ہے۔ دراصل ان کو تعلق بڑھانے اور برقرار رکھنے کا فن آتا ہے۔ کس سے کتنا اور کیسا تعلق رکھنا ہے یہ انھیں خوب معلوم ہے۔ اس لئے ان سے اُن لوگوں کی بھی خوب پٹری کھا رہی ہے جن کی شہر میں کہیں کسی سے اب تک بنی ہی نہیں۔ ان کے مراسم کسی فرقے یا قوم تک محدود نہیں بلکہ ان کا دائرۂ احباب بہت وسیع ہے۔ اس کے باوجود ان کو شعروادب سے گہرا لگاؤ ہے۔ لیکن یہ شاعر بھی ہیں اس کا اندازہ مجھے شروع میں نہ تھا۔ یہ راز تو اُس وقت کھلا جب انھوں نے اپنی غزلوں کے پلندے میں سے چند اشعار مجھے سنائے تو مسرّت کے ساتھ حیرت ہوئی اور میں نے ان سے کہا کہ آپ نے اسے غیر ضروری سمجھ کر سرد خانے میں کیوں ڈال رکھا ہے۔ آخر وجہ بے اعتنائی کیا ہے؟ تو ان کا جواب تھا کہ ہمارے شہر میں شعراء کی کیا کمی ہے کہ میں بھی شاعر.....؟ ان کی بے اعتنائی بدستور برقرار رہی۔ مگر میں انھیں ٹھیلتا رہا۔ یہ گھر پر شعری محافل کے انعقاد سے بھی گریز کرتے تھے لیکن پچھلے چند برسوں میں کئی اہم نشستیں اور مشاعرے انھوں نے منعقد کر کے مساوات کا عملی ثبوت فراہم کیا ہے۔ ان کے شوقِ شاعری کو بڑھانے میں ان نشستوں اور مشاعروں نے کافی اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور اب تو باقاعدہ عوامی مشاعروں میں شعر پڑھ کر داد تحسین حاصل کر رہے ہیں۔

ان کا اوّلین شعری مجموعہ ''تلاش'' دوسرا ''پیاس'' سامنے ہے۔ ہر چند کہ میں نقادِ فکر وفن نہیں۔ شاعر وادیب یا صحافی ہونے کا غرّہ نہیں مگر حقائق کے اظہار میں کوئی تکلّف بھی نہیں۔ یہی میرا مسلک ہے اور مکتبۂ فکر بھی۔ زیرِ نظر مجموعہ میں

حمد ونعت کے والہانہ اور عقید تمندانہ اشعار بھی موجود ہیں۔ حمد ونعت کے اشعار سے کتاب کی ابتداء موجب برکت ہونے کے ساتھ باعثِ فخر وسعادت ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

یہ سب کرم ہی کرم ہے کرم کے جلوے ہیں
جو تو نہ چاہے تو ہم کیا ہماری شہرت کیا

کوئی جیسے کانوں میں رس گھولتا ہو
ہے اس درجہ شیریں کلامِ محمدؐ

شاکر صاحب-! مقاماتِ مقدسہ کی زیارت سے سرفراز ہو چکے ہیں اس لئے ذوقِ دید پہلے سے سوا ہو گیا ہے ۔

آج کل شاکر ہمارا دل بہت بیتاب ہے
روضۂ آقاؐ پہ جا کے التجا کے واسطے

شاکر صاحب جس گہوارہ علم وادب لکھنؤ میں پیدا ہوئے وہ تغیراتِ زمانہ کے سبب بدل چکا ہے۔ ایسا لگتا ہے تہذیب کے چمن اور نوابوں کے اس شہر کو بھی کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ اسی لئے اب یہاں کی آب وہوا ویسی نہیں جس کے لئے کبھی لکھنؤ دنیا میں مشہور تھا۔ اسی خیال نے شاکر صاحب کو یہ شعر کہنے پر مجبور کیا ہے۔

وہ شان، وہ ادا، وہ چلن ڈھونڈتا ہوں میں
وہ لکھنؤ کا طرزِ سخن ڈھونڈتا ہوں میں

شاکر صاحب ادب کو انسانیت کا زیور سمجھتے ہیں اسی لئے ان کی دلی خواہش

ہے کہ دنیا میں ادب، تہذیب، شرافت، مروّت اور رواداری کی قدریں باقی رہیں۔ یہی محسوسات اس شعر کے محرّک ہیں ۔

ادب ہی زیورِ انسانیت ہے دنیا میں
ادب کی چھاؤں میں ہرایک سے ملا کیجیے

تاریخی حقائق سے واقفیت کے سبب ہی ان کی غزلوں میں اس طرح کے اشعار بھی مل جاتے ہیں ۔

ذرا سی آگہی منصور کو سولی پہ لے پہونچی
وہی اچھے کہ جو واقف نہیں اپنی حقیقت سے

کہنے والے تو اناالحق کے بہت ہیں لیکن
کسی آواز میں سوزِ دلِ منصور نہیں

شاکر صاحب کا دل محبت کے پاکیزہ جذبات سے لبریز ہے۔ ان کی شاعری میں وعظ و نصیحت اور زعمِ خطابت کے بجائے جذباتِ انسانی کا برملا اظہار ہے۔ یہی جذبۂ اظہار جب شعر کے سانچے میں ڈھلتا ہے تو کیا کچھ ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیے ۔

شعر کہنے کے لئے شاکر محبت کی شراب
پہلے رکھ لیتے ہیں پیمانے میں بھرکر سامنے

رنگ بھرنا ہے جو تاریخِ محبت میں تو پھر
قرض لے لو کوئی ٹکڑا مرے افسانے سے

مجھے مجرمِ عشق فرمانے والے
ذرا پوچھ اپنی جوانی سے پہلے

مرا غم، میری آہیں، میری بیچینی، مرے آنسو!
وہ سب کچھ جانتے ہیں اور پھر انجانے بنتے ہیں

نگاہوں کا تصادم جرمِ تازہ تو نہیں شاکر
ہزاروں مرتبہ یہ خوبصورت اتہام آیا

شاکر صاحب چونکہ اخباری دنیا سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے انھیں قلم کی اہمیت کا خوب احساس واندازہ ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

تیری ایک جنبش سے شاہ بھی گدا ہوجائے
تیرے کارنامے ہم، اے قلم سمجھتے ہیں

اخبارات کی روش پر وہ طنز بھی کرتے ہیں تو اس طرح۔

اہلِ ستم نے پھونک دیئے سیکڑوں مکان
اخبار میں چھپا ہے فضا سازگار ہے

اس دورِ ترقی میں نئی نسل قدروں کو پیروں تلے روندرہی ہے تو سیاسی بازی گر لفظوں کی جادوگری سے عوام کو بیوقوف بنارہے ہیں۔ جس سے شاکر صاحب کا دل دکھتا ہے تو وہ اس طرح گویا ہوتے ہیں۔

نہ بڑوں کا ادب نہ شرم و حیا
ہائے کیسا یہ دور آیا ہے

شاید اسی کا نام سیاست ہے آج کل
لفظوں میں ہے جو پیار تو خنجر کمر میں ہے

فنکار کی ناقدری۔ڈاکٹروں کی بے حسی، احساسِ غیر ذمہ داری، انسان کا انسانی صفات سے عاری ہونا، ان کے شعروں میں جابجا نمایاں ہے۔

جو دوسروں کے غم میں نہ آنسو بہا سکے
وہ شخص جانور ہے بشر کس نے کہدیا

آج اِک دوست بھلے وقت میں دل توڑ گیا
ہم سمجھتے تھے بُرے وقت میں کام آئے گا

مریضوں کو دوا کہہ کر جو اکثر زہر دیتا ہو
ہمیں اس چارہ گر کو چارہ گر کہتے نہیں بنتا

چند تعریف کے جملوں کے علاوہ شاکرؔ
لوگ اِس دور میں فنکار کو کیا دیتے ہیں

بغض ونفرت کی ہواؤں سے آلودہ فضا کو پاک وصاف کرکے صالح معاشرہ کی تشکیل نو کے لئے ان کا پیغام ہے۔

آج نفرت کے اندھیرے ہیں بہت
پیار کا دیپ جلائے رکھنا

شاکر صاحب شاعری کی جملہ اصناف میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ ان کی نظمیں بھی بڑی معرکۃ الآراء ہیں۔ ان میں ''عورت''۔ ''روٹی''۔ ''سیاسی منظر نامہ''۔ ''مزدوری''۔ ''فرقہ پرستی''۔ ''مشورہ'' بہر طور قابل ذکر ہیں۔ نظم بعنوان ''ملک سے خطاب کا ایک بند بطور ثبوت پیش ہے ۔

اللہ تم کو عقل دے اے طالبانِ جنگ
خود اپنے ہی وطن میں ہیں یہ ظالمانہ رنگ
یہ حوصلے، یہ سخت مزاجی، یہ رُخ، یہ ڈھنگ
یہ شیطنت، یہ طور، یہ انداز یہ ترنگ
بھارت کے باسیوں کو جلانے اُٹھے ہو تم
اپنے وطن کو آگ لگانے اُٹھے ہو تم

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کا یہ تیسرا شعری مجموعہ جو میرے پیش نظر ہے اس میں ایسا بہت کچھ ہے جو قاری کو شروع تا آخر کتاب پڑھنے پر مجبور کرے تو ناقدینِ ادب کے التفات کا سبب بھی بنے۔ امید ہے اس کتاب کی ادبی حلقوں میں پذیرائی ہوگی۔

مخلص

رضوان احمد فاروقی

مقبول لاری منزل، سٹی اسٹیشن، لکھنؤ

منظور احمد صدیقی
جنرل سکریٹری۔ بزم نور لکھنؤ

شاکر ہاشمی کی شاعری میں مایوسی نہیں حوصلہ ملتا ہے

یادش بخیر! لگ بھگ ۲۰ سال پرانی بات ہے کہ میں حسب معمول آفس سے واپسی پر نظیر آباد میں محمد اشتیاق علی صاحب کی دوکان پر ان سے اپنی ڈاک کے بارے میں دریافت کر رہا تھا۔ کہ دورانِ گفتگو انھوں نے کسی کو سلام کیا۔ وعلیکم السلام کے جواب کے ساتھ ایک خوش شکل وخوش لباس شخصیت قریب آئی اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اشتیاق صاحب نے مصافحہ کے بعد تعارف کراتے ہوئے کہا "آپ ہیں جناب شاکر ہاشمی" میں نے بھی ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "منظور احمد صدیقی" یہ تھی ڈاکٹر سید سلطان شاکر ہاشمی سے میری پہلی ملاقات۔

مذکورہ واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ہی حافظ عبدالمجید صاحب مرحوم کے دولت کدے پر جناب حامد القادری کی آمد پر ایک نعتیہ شعری نشست کا اہتمام ہوا۔ اس نشست میں ہمسر قادری مرحوم، ذوالنورین رہبر، رحمت لکھنوی صاحبان کے ہمراہ میں بھی شریک تھا۔ سید سلطان شاکر ہاشمی بھی وہاں موجود تھے۔ نشست میں کچھ لوگوں کا انتظار تھا اس لئے میں شاکر ہاشمی صاحب سے گفتگو کرتا رہا۔ اس گفتگو کے بعد مجھے ایک مسرت ہوئی کہ شاکر ہاشمی خوش شکل وخوش لباس ہی نہیں بلکہ خوش کلام اور خوش اخلاق بھی ہیں۔ دھیرے دھیرے یہ شناسائی شہر کی مذہبی، سیاسی اور ادبی محفلوں میں ہونے والی ملاقاتوں سے دن بدن بڑھتی ہی گئی۔

بھلا ہو برادرم رضوان فاروقی کا۔ ایک دن دوران گفتگو شاکر ہاشمی صاحب کا ذکر آ گیا تو انھوں نے شاکر ہاشمی صاحب کی بہت سی خصوصیات کا ذکر کیا اور کہا ''جب ملئے گا تو بڑے دل خوش کن انکشافات ہوں گے'' متعدد بار رضوان فاروقی کے ہمراہ ان سے ملاقات ہوئی اور گفتگو کا دور چلا تو وقت کا اندازہ ہی نہ ہوا۔ ان ملاقاتوں سے یہ اندازہ ضرور ہوا کہ ان کا حلقۂ احباب بہت وسیع ہے جس میں مذہبی علماء، سیاسی رہنما، گورنر، دانشورانِ شہر، اردو ہندی کے ادیب، شاعر، کوی سے لے کر آئی۔ پی۔ ایس، آئی۔ اے۔ ایس افسران بھی شامل ہیں۔

لازمی چیز ہے کہ کوئی کسی سے خوامخواہ رابطہ نہیں رکھتا۔ درحقیقت شاکر ہاشمی صاحب میں سیاسی بصیرت، مذہبی رواداری، سماجی اور ملی خدمت کا جذبہ اور خوش اخلاقی کے ایسے جوہر ہیں کہ جو بھی ایک بار مل لیتا ہے وہ انھیں فراموش نہیں کر پاتا۔ شاکر ہاشمی صاحب کے دولت کدے پر ہونے والی تقاریب میں کئی بار شرکت کا موقع ملا۔ جس سے ان کی ایک دوسری خوبی بھی سامنے آئی کہ ان میں انتظامی صلاحیت بے پناہ ہے۔ ان کی ذاتی لائبریری میں مختلف موضوعات پر مبنی کتابوں کا اچھا ذخیرہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کتابیں ان کے مطالعے میں رہتی ہوں گی۔

تقریر کرنا ہو یا مقالہ پڑھنا ہو۔ نظامت کرنا ہو یا خود شعر پڑھنا۔ میں نے کبھی شاکر ہاشمی صاحب میں عجلت اور ہڑبڑاہٹ نہیں پائی وہ اپنی بات بہت ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں نپے تلے لفظوں اور نرم لہجے میں کرتے ہیں۔ نہ کسی کے تعارف میں بخل، نہ کسی کی تعریف میں حد سے تجاوز، بلکہ ہر ایک کو حسب مراتب عزت دینا شاکر ہاشمی صاحب کی فطرتِ ثانیہ بن گئی ہے۔ شاکر ہاشمی ہمہ وقت مشغول رہتے ہیں۔

مذہبی، سیاسی، صحافتی، ملی اور سماجی کاموں کے علاوہ ادبی کاموں میں بھی اپنا وقت لگاتے ہیں اس طرح نثر و نظم میں یکساں طور پر اپنے قلم کے جوہر دکھاتے ہیں، ان کی شعری تخلیقات پر بات کرنا چاہ رہا تھا مگر قلم اٹھا تو بہت کچھ یاد آیا والی کہاوت صادق آئی اور اتنا کچھ تمہید کے طور پر ہو گیا۔

ادب سماج کا آئینہ ہوتا ہے یہ بات سو فیصد صحیح تھی اور فی الوقف بھی صحیح ہو سکتی ہے مگر اس دورِ تباہی میں جس اداکاری نے سب سے زیادہ فروغ پایا وہ ہے جھوٹ بولنے کی اداکاری۔ وہ نثر ہو یا نظم، اپنے سماج کے آئینہ کے ہاتھوں ہی تخلیق کار کسی فکر اور ذہن و قلب کا آئینہ بھی ہوتا ہے اگر قلب سیاہ ہے اور ذہن یرقان زدہ تو کبھی اچھا ادب تخلیق نہیں ہو سکتا۔ خاص طور پر اگر شاعر کا دل صاف نہ ہو اور ذہن بیمار ہو تو وہ اچھے شعر نہیں کہہ سکتا۔ اچھے شعر سے میری مراد ہے ایسے اشعار جو دوسروں کو متاثر کر سکیں۔

لکھنؤ کی ادبی فضا میں شاکر ہاشمی صاحب کی شاعری پروان چڑھی۔ انھوں نے روایت سے بغاوت کا اعلان تو نہیں کیا مگر اپنے لئے لہجہ جدید ہی پسند کیا۔ چونکہ ان میں سیاسی بصیرت، عصری آگہی، دورِ حاضر کے مسائل سے واقفیت اور مذہبی اقدار کی پاسداری کی صفتیں موجود ہیں اسی لئے ان کی شاعری میں ان سب کا عکس نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ ان کی شاعری میں مایوسی نہیں حوصلہ ملتا ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری سے پیغام دینے کا کام بھی لیا ہے۔ وہ حق شناس اور حقیقت پسند ہیں اس لئے حق کا پیغام اپنی شاعری سے دیتے ہیں۔ ان کی شاعری میں کسی طرح کی عصبیت نہیں ہے، نہ مذہبی اور نہ لسانی۔ شاکر ہاشمی کی شاعری میں تجربات و مشاہدات کی آنچ ملتی ہے جس میں تپ

کر کندن بننے سے ان کی شاعری میں ایک نیا اسلوب ملتا ہے۔ ساتھ ہی خوبصورت انداز بیان بھی۔

ان کی شاعری جو میں نے سنی یا پڑھی اس میں بہت سے اشعار ایسے ملے جنھوں نے بربطِ دل کے تاروں میں جھنکار پیدا کی اور سوچنے سمجھنے پر مجبور کیا۔ چند ایسے ہی اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

تاروں میں، گل میں، انجمنِ مہر و ماہ میں
دیکھا مگر تمہیں کو ہر اک جلوہ گاہ میں

کشتی کو ہم نے چھوڑ دیا اس کے نام پر
اب اس کے بعد مرضیِ پروردگار ہے

میں جب جھومتا ہوں ترا نام لے کر
مرے ساتھ دیوار و در جھومتے ہیں

کہنے والے تو انا الحق کے بہت ہیں لیکن
کسی آواز میں سوزِ دل منصور نہیں

جسے دیکھو وہ اپنی کہہ رہا ہے اس زمانے میں
ہمیں دیکھو کہ ہم سارے جہاں کی بات کرتے ہیں

آنکھ میں سازشوں کے شعلے ہیں
ریشمی گفتگو بیان میں ہے

اہلِ ستم نے پھونک دیئے سیکڑوں مکان
اخبار میں چھپا ہے فضا سازگار ہے

ذرا سی آگہی منصور کو سولی پہ لے پہونچی
وہی اچھے کہ جو واقف نہیں اپنی حقیقت سے

وہ شان، وہ ادا، وہ چلن ڈھونڈتا ہوں میں
وہ لکھنؤ کا طرزِ سخن ڈھونڈتا ہوں میں

ڈاکٹر شاکر ہاشمی صاحب کا تخلیقی سفر جاری ہے اور اُمید ہے کہ یہ اپنے سفر میں ایسے سنگ میل چھوڑ جائیں گے جو دوسروں کے لئے نشانِ راہ بن سکیں گے۔

منظور پروانہ

چکن شاپی، نظیر آباد، لکھنؤ

زندگی میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ ان سبھی کی رائے نے مجموعے کو انشاء کا روپ عطا کیا اور مجھے قوتِ پرواز۔

میں ممنون ہوں علم وادب کی بلند وبالا شخصیات کا نیز شکر گزار ہوں میڈیا فاؤنڈیشن کا جس نے انتہائی محترم شخصیات کی رائے یکجا کرنے اور مالی اشتراک سے ''احساس'' کو شائع کیا اور میں مشکور ہوں یونائیٹڈ انڈیا پبلیکیشن کا جن کے تعاون سے طباعت اور اشاعت میں مدد ملی۔

میں اُن تمام اشخاص کا احسان مند ہوں جنھوں نے کبھی کسی قسم کا تعاون کیا۔ بالخصوص ان کا جنھوں نے اس مجموعے کے لئے اپنی قیمتی رائے سے نوازا۔ مجھے خوشی ہوگی اگر آپ بھی میری غلطیوں کی نشاندہی کریں، خامیوں سے آگاہ کریں اور ایماندارانہ رائے دیں تا کہ اِسی روشنی میں میرا شعری کارواں آگے بڑھے اور مستقبل سنور سکے۔

دعاؤں کا طالب

سلطان شاکر ہاشمی

۱۱۴/۲۹، نظیر آباد، لکھنؤ

فون نمبر: 9235791725

حامد اللہ قمر لکھنوی

نائب صدر بزم نور

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی ایک طلسماتی شخصیت

سیکڑوں ملاقاتوں کے بعد بھی کچھ لوگوں کے بارے میں اچھی رائے قائم نہیں ہو پاتی۔ جب کہ کچھ شخصیات چند ہی ملاقات میں اچھی لگنے لگتی ہیں۔ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی صاحب کی شخصیت بھی ایسی ہے۔ کہنے کو ان سے چند ہی ملاقاتیں ہیں۔ بہت پُرانا تعلق بھی نہیں مگر دل کرتا ہے کہ ان کے بارے میں لکھتا ہی رہوں۔

دراصل ان کی شخصیت بہت طلسماتی ہے۔ اسی لئے ان سے ملنے والا پہلی ہی ملاقات میں ان کا گرویدہ ہوجاتا ہے۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ ان کی صلاحیتیں، خوبیاں اور صفات چند ہی ملاقاتوں میں مجھ پر آشکارا ہوئیں تو نہ چاہ کر بھی میں ان کی شخصیت میں پھنس گیا۔

ان کے گھر پر ہونے والی ادبی تقاریب میں مجھے حاضری کا موقع ملا ہے تو حیرت ہوئی کہ کیسے ہر طبقہ کے لوگ ان سے مطمئن اور متاثر رہتے ہیں۔ مجھے یاد پڑتا ہے میرے غریب خانہ پر ایک مشاعرہ نور صاحب کی صدارت میں ہوا تھا۔ اس موقع پر ڈاکٹر صاحب بھی بنفس نفیس شریکِ مشاعرہ تھے۔ خلافِ توقع ان کی آمد اور مشاعرے کے آخر تک موجودگی نے ان کی عزت اور قدر میری نگاہ میں اور بڑھادی۔ پھر روٹری کلب کے ایک مشاعرے میں ڈاکٹر صاحب نے اس گمنام کو یاد کیا۔ اس موقع پر میں نے ان کی نظامت کے جوہر اور حسن انتظام دیکھا۔ ڈاکٹر صاحب چھوٹے بڑے سبھی سے خندہ پیشانی سے مل رہے تھے۔ استادِ محترم کرشن بہاری نور اور محترم تسنیم فاروقی صاحب کا

اعزاز واستقبال بھی روٹری کلب کے زیر اہتمام ہوا۔ جس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ڈاکٹر صاحب اردو شاعروں، ادیبوں کی دل سے قدر کرتے ہیں۔ استاد محترم کرشن بہاری نور صاحب بھی ڈاکٹر صاحب کی بڑی تعریف کرتے تھے۔ ان کو بڑے شعراء کا ہمیشہ قرب حاصل رہا جیسے فیروز نظامی، عمر انصاری، عرفان صدیقی، تسلیم فاروقی، اس کے علاوہ بھی تمام چھوٹے بڑے شعراء سے ان کے خوشگوار ومضبوط روابط ہیں۔ سیاسی، سماجی، علاقائی اور عالمی مسائل سے یہ خوب واقف ہیں۔ انھیں کئی زبانوں پر عبور حاصل ہے۔ اسی لئے ان کے اشعار میں جدت وندرت کے ساتھ حقائق کا بڑی بیباکی کے ساتھ اظہار ہے۔ حقیقت پر مبنی چند ایسے ہی اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

چند تعریف کے جملوں کے علاوہ شاکر
لوگ اس دور میں فنکار کو دیتے کیا ہیں

عشق کی راہوں پہ گر چلنا پڑے دو چار گام
مات کھا جائیں فرشتے بھی بشر کے سامنے

تیری ایک جنبش سے شاہ بھی گدا ہو جائے
تیرے کارنامے ہم اے قلم سمجھتے ہیں

ڈاکٹر صاحب کا نظریہ واضح ہے۔ یہ عقیدے کے پختہ ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں

زمانے میں شاکر بہت آئے ہادی
مگر سب سے اونچا ہے نام محمدؐ

فکری تضاد اور نظریہ کی تفریق کو ڈاکٹر صاحب نے کس خوبی سے رقم کیا ہے۔

فرق صرف اتنا ہے اِک ذرا سے پتھر کو
تم خدا سمجھتے ہو ہم صنم سمجھتے ہیں

ڈاکٹر صاحب نے عشق و محبت کے گارے سے غزل کی عمارت تعمیر کی ہے۔ ان کے یہاں حقائق کا اظہار ہے تو تغزل کی چاشنی بھی ہے جیسے۔

مجھے مجرمِ عشق فرمانے والے
ذرا پوچھ اپنی جوانی سے پہلے

شعر کہنے کے لئے شاکرؔ محبت کی شراب
پہلے رکھ لیتے ہیں پیمانے میں بھر کر سامنے

ان کی شاعری میں حمد و نعت اور عقیدت و محبت کی بڑی پاکیزہ فضا ہے۔ ان کا دل روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے تڑپتا ہے تو یہ کہہ اُٹھتے ہیں۔

لذّتِ عشقِ نبیؐ کیا ہے یہ اُن سے پوچھئے
جو تڑپتے ہیں درِ خیرالوریٰ کے واسطے

مختصر یہ کہ ڈاکٹر سید سلطان شاکر ہاشمی صاحب کا شعری کارواں منزل کی تلاش میں رواں دواں ہے۔ ان کا کلام یقیناً عوام و خواص سے داد و تحسین حاصل کرلے گا۔ ان کے کلام کی خاص خوبی یہ ہے کہ یہ قاری کو پڑھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ ع

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

حامد اللہ قمر لکھنوی
امین آباد، لکھنؤ

چلے ہیں چھوڑ کے آبادیوں کو دیوانے
مگر نصیب کی حد سے نکل نہیں سکتے

انھیں کو وقت نے بخشی ہے شاہ راہِ حیات
جو دو قدم بھی سلیقے سے چل نہیں سکتے

خدا نے عقل عطا کی ہے جن کو اے شاکرؔ
وہ لوگ سب کے اشاروں پہ چل نہیں سکتے

ڈاکٹر تشنہ عالمی
جنرل سکریٹری۔ بزم مجاز لکھنؤ

شہزادۂ سخن سلطان شاکر ہاشمی میری نظر میں

آپ کی کولاز شخصیت کے انگنت پہلو ہیں۔ دنیائے شعروادب میں آپ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ اودھ کی شعری وادبی فضا کے فیوض وبرکات کا بھرپور فائدہ آپ کے حساس دل نے اٹھایا ہے۔ آپ ایک ہردلعزیز سماجی وقومی کارکن ہیں معروف صحافی، مشہور ناظم، ممتاز مقرر اور مختلف فلاحی اداروں کے عہدیدار ہی نہیں بلکہ منفرد لب ولہجے کے اردو شاعر بھی ہیں مجھے ان کی شاعری کے وسیلے سے کچھ عرض کرنا ہے۔ لوگ سوچتے ہوں گے کہ انھوں نے شاعری کی ابتدا کب کی؟ کیسے کی؟ یہ تو وہ بات ہوگئی کہ کوئی ناشناس پوچھے کہ مچھلی کے بچے کیسے تیرنا سیکھتے ہیں یا چڑیوں کے بچے کیسے اڑنا سیکھتے ہیں؟ ذرا ان سے مل کے دیکھئے، ان سے گفتگو کیجئے ان کے ہر جملے میں اک عجیب خوشبوئے سخن کا احساس ہوتا ہے۔ انھوں نے اچھا ہی کیا جو اپنے تیسرے شعری مجموعے کا نام احساس رکھا ہے۔ اس حساس شاعر کو احساس وجذبات کی نایاب دولت دبستانِ لکھنؤ کی شعری وادبی محلفوں نے جو عطا کی ہے وہ بہت کم خوش نصیب لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔ بے شک آپ اردو دنیا میں اس شہرِ ادب کے شہزادۂ سخن ہیں۔ اپنی شاعری کے لئے اپنے ہی ایک شعر میں انھوں نے یہ بات ٹھیک ہی کہی ہے۔
اس لئے انھیں اپنے تخلیق پر بجا طور پر فخر کرنے کا حق حاصل ہے۔

شاعری کا اک خزانہ بھی تو میرے پاس ہے
شکر ہے شاکرؔ جو مجھ میں دولتِ احساس ہے

آپ بہت سے قابل ذکر ادبی وسماجی ایوارڈس سے نوازے جا چکے ہیں۔ تمام فلاحی اداروں کے اہم عہدوں پر فائز ہیں۔ وزیر اعلیٰ سے لے کر وزیر اعظم تک، گورنر سے لے کر صدر جمہوریہ تک، وزیروں سے لے کر افسروں تک ان کی رسائی ہے۔ خصوصی تعلقات کی ایک لمبی فہرست ہے۔ آپ ایک اعلیٰ خاندان کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ مرکز علم وادب لکھنؤ میں عالم وجود میں آئے۔ علمائے محترم اور رہبرانِ قوم کے زیر سایہ آپ پروان چڑھے۔ خدا نے آپ کو بے پناہ شہرت وعزت اور دولت سے نوازا ہے۔ آپ شہر کے رئیسوں میں شمار کئے ہی جاتے ہیں۔ آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ دل کے بھی بڑے آدمی ہیں۔ ہم نے تو اک ذرا عروج کی بلندی پہ آتے ہی لوگوں کو بد دماغ اور بد مزاج ہوتے دیکھا ہے پھر بھی یہ ذرا بھی مغرور نہ ہوئے یہ قدرت کی بہت بڑی مہربانی ہے۔ اس فقیر نے جب بھی ان سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ان کے چہرے پر ان کے ضمیر وظرف کے چمکدار ستارے دیکھے۔ گفتگو سے ان کے شاعر ہونے کا پختہ ثبوت ملتا ہے۔ مزاج میں خاکساری، انکساری، خلوص ومروّت ان کے خاص اوصاف ہیں۔ عصبیت سے آپ کا دل پاک وصاف ہے۔ قوم کے دکھ درد میں شریک رہتے ہوئے بھی آپ کھلا ہوا سیکولر ذہن رکھتے ہیں۔ آپ ایک سچے اور پکّے ہندوستانی مسلمان ہیں، مگر کٹر مذہبی نہیں ہیں۔ عام شاعروں یا رہبروں کی طرح لوگوں کی غیبت کرنے میں اپنا قیمتی وقت خرچ نہیں کرتے۔ کچھ نہ کچھ سوچتے رہتے ہیں، لکھتے رہتے ہیں، پڑھتے رہتے ہیں۔

خدا کی ذات پر ان کو کتنا بھروسہ اور کتنا یقین ہے۔ حمد کا ایک شعر ۔

یہ سب کرم ہی کرم ہے کرم کے جلوے ہیں
جو تو نہ چاہے تو ہم کیا ہماری شہرت کیا

حُبِ نبیؐ میں سرشار عقیدت کے چند اشعار دیکھئے:۔

لذّتِ عشقِ نبیؐ کیا ہے یہ ان سے پوچھئے جو تڑپتے ہیں درِ خیرالوریٰ کے واسطے

زمانے میں آئے بہت سارے ہادی مگر سب سے اونچا ہے نامِ محمدؐ

حفاظتِ غم محبوب اے خدا کی پناہ کہ جیسے کوئی خزانہ چھپائے جاتے ہیں

آپ کے غزلیہ اشعار میں لطیف طنز بھی جا بجا بکھرے ہیں مگر سلیقے کے ساتھ۔ غزل میں فصاحتِ زبان تو آپ کا ورثہ ہے۔ اس میں مجھ حقیر کو تنقید کرنے کی گنجائش ہی کہاں ہے۔ یوں بھی میں نفیس چاولوں سے کنکر نکالنے کا کام نہیں کرتا۔ میں تو شاعر کے کلام کی خوبیاں ہی دیکھتا ہوں۔ ''تلاش'' و ''پیاس'' کے بعد ان کے تیسرے مجموعے کلام ''احساس'' کی جگمورتی قابلِ ستائش ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان کے اس کلامِ بلاغت کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی اور محبانِ اردو اپنی محبتوں سے نوازیں گے۔

ثبوت کے طور پر غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

عزّتِ نفس کی خاطر شاکرؔ اپنے ہر غم کو چھپائے رکھنا
ایسے کردار کی تشریح سے قاصر ہے زباں اپنے محسن کو جو دانستہ بھلا دیتے ہیں

سمجھایئے ان لوگوں کو کیا دیں گی کتابیں
وہ لوگ کتابوں کی جو عزت نہیں کرتے

چہرے پہ تاسف ہے نہ آنکھوں میں ہیں آنسو
دشمن کو بھی اس طرح سے رخصت نہیں کرتے

انھیں کو وقت نے بخشی ہے شاہراہ حیات
جو دو قدم بھی سلیقے سے چل نہیں سکتے

پھر اپنی زلفوں کو لہرا دو اپنے شانوں پر
اڑا کے لائی ہے خوشبو جو رات رانی کی

مصروفیت کا حال نہ پوچھو کی آج کل
میں اپنے گھر میں ہوں مری دنیا سفر میں ہے

سیاست کی یہ دنیا بھی عجب دنیا ہے اے شاکرؔ
ذرا سی بات کہہ دیجے تو سو افسانے بنتے ہیں

حقیر جان کے جو دیکھتے ہیں اے شاکرؔ
وہ ایک روز ہمیں ہاتھ مل کے دیکھیں گے

مجھے امید ہے کہ اردو ادب کا دیانت دار مورخ جب بھی کوئی تاریخ شعر و سخن مرتب کرے گا تو اس ممتاز و منفرد لب و لہجے کے شاعر کو نظر انداز نہ کر سکے گا۔ میری دلی خواہش ہے کہ آپ ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے شہزادۂ سخن سے سلطان سخن بن جائیں۔

ڈاکٹر تشنہ عالمی
بشیرت گنج، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۴

زندگی کو پوری توانائی کے ساتھ برتنے والا

نازک مزاج قلم کار ڈاکٹر شاکر ہاشمی

شفق کے اس پار سب کچھ آج ہی کا حصہ ہے اور شفق کے اُس پار ماضی کے اندھکار کا قبضہ ہے۔ ماضی اپنے اندھکار سے ہمیشہ بولتا رہتا ہے۔ کبھی ہم اُس کی سرگوشیوں پر بھی کان دھر لیتے ہیں اور کبھی اُس کی گستاخ و بیباک آواز کو کسی شر پسند بیوی کا شور شرابہ سمجھ کر نظر انداز کرنے کے لئے خود کو مجبور پاتے ہیں۔ اہل لکھنؤ کو، شفق کی ڈوبتی سرخیوں کے فوراً بعد اُبھرنے والے اندھیرے سے حیات اللہ انصاری، جمیل مہدی، حسن واصف عثمانی کے ساتھ ہی منظر سلیم، کرشن بہاری نور، ہمسر قادری، داراب وفا اور عرفان صدیقی کی منفرد آوازوں کا لہرا، ابھی تک سنائی دیتا ہے۔ اور عمر انصاری، نیّر مسعود، ولی الحق انصاری، عابد سہیل، حفیظ نعمانی، تسلیم فاروقی، سعید اختر نظامی کی سبک خرام زندگی، شفق کے رومان پرور رنگوں کی بہت ہی لطیف ضیاباریوں میں جھلملا رہی ہے۔ اور جگدیش گاندھی، کلب صادق، روپ ریکھا ورما، ملک زادہ منظور، خواجہ یونس، اطہر نبی لکھنؤ کی دھوپ میں رواں دواں ہیں۔ اور نسیم اختر، معراج فیض آبادی، اقبال مختر، بشیر فاروقی، چرن سنگھ بشر، تشنہ عالمی کا رنگِ سخن، شہرِ نگاراں کی چاندنی میں نہا رہا ہے۔ اور رمضان کے مبارک مہینوں میں، برائی لال گپتا کی نعت سرائی، روزے داروں کو جگانے کے لئے، برسوں سے لکھنؤ کی راتوں میں، روشنی کی ایک لکیر کھینچ رہی ہے۔ لکھنؤ میں آج بھی فکر وفن کی صف بندیاں جاری ہیں۔ لکھنؤ اکیسویں صدی میں بھی اپنی تاریخی، تہذیبی "دھروہر" کی حفاظت کے لئے کوشاں ہے۔ لکھنؤ عمل کا پیغام سن کے اکثر ہنستا ہے اور تغیر کے نام سے ہمیشہ ڈرتا ہے۔ اور یہی لکھنؤ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کا پشتینی وطن ہے۔ اُن کے کاروباری ہاتھ، یہاں اپنے پریس کو سلیقے سے چلاتے ہیں اور گڑھی جندور کے علاقے میں آموں کے باغات کی پرکشش خوبصورتی سے متاثر رہتے ہیں۔ مہاتما سید وارث علی شاہ کے والد گرامی سید قربان علی شاہ کے خاندانی حوالے سے ڈاکٹر ہاشمی کی سگی دادی ماں کا قریبی سلسلہ ملتا ہے۔ فقیروں کی اسی وابستگی نے ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کو رزق حلال کمانے کی چاہت، سنتوش کی دولت، انسان دوستی اور مہمان نوازی کی صفات سے جی بھر کے نوازا ہے۔ کھوکھلے کتابی علم کی خاطر شاکر ہاشمی کسی دانشگاہ کی چوکھٹ چھو کے گھر میں بیٹھ رہنے کے لئے تیار نہ تھے بلکہ ان کی فطری ہنر مندیاں، علم وحکمت کی مختلف دھاراؤں کو عمل کے نشیب وفراز سے گزارنے میں ہمیشہ کامیاب رہیں۔

بیسویں صدی کی آخری گھڑیوں میں، پہلی شعری کتاب "تلاش" نے ۱۹۹۶ء میں اپنا سفر شروع کیا۔ پانچ برس بعد، اکیسویں صدی کے پہلے قدم پر ۲۰۰۱ء میں "پیاس" ہاتھ لگی اور پانچ برس بعد، ایکبار پھر تلاش و پیاس کا شعری تجزیہ ۲۰۰۶ء میں ہمارے سامنے آرہا ہے۔ ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی نے اردو میں اعلیٰ تعلیم اس لئے حاصل کی کہ خود کو لسانی تعصبات سے بھر لیں۔ ہندی میں

ایم۔اے کرنے کے لئے آگے بڑھے تو "سنگھاسن بتیسی" نے ڈاکٹر ہاشمی سے ہندی میں اپنا منظوم ترجمہ کرالیا اور کتاب نے کئی سو صفحات کو اپنا لیا۔ اور ایک دوسری کوشش میں، خالص ہندی شبداولی کے ساتھ ۳۵۰ غزلوں کی "غزل وتھیکا" کی توجہ شکن انگڑائی نے حسن پرستوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ "تعلیم کے میدان میں میڈیا کا کردار"۔ ڈاکٹر ہاشمی نے اپنی ریسرچ کے لئے اسی موضوع کو پسند کیا۔ اور اُن کے پُرخلوص، آزاد جذبوں کا ایک بے لاگ تاریخی تجزیہ انگریزی میں "جنگ آزادی میں مسلمانوں کا رول" کتابی صفحات پر پھیل گیا۔ ڈاکٹر شاکر ہاشمی نے سنا تھا کہ لوگ، آنکھوں سے کاجل چرا لیتے ہیں، چوری کا یہی خیال ان کے لئے ایک چیلنج بن گیا۔ اپنے پریس کی دفتری مصروفیات کے ساتھ باہری بھاگ دوڑ اور باغوں کی دیکھ بھال سے روٹری کلب کی صحت مند، تعمیری دلچسپیوں کے لئے وقت نکالنا، تھا تو بہت کٹھن مگر مشکل پسند ڈاکٹر ہاشمی، روٹری کلب سے اپنے اٹوٹ رشتے کی آج بیسویں سالگرہ منا رہے ہیں "میڈیا فاؤنڈیشن" کے منچ پر، اکثر و بیشتر، ہندوستان کی ممتاز ترین شخصیات کو دعوتِ کلام دیتے رہتے ہیں۔

ڈاکٹر شاکر ہاشمی کا بھرا پُرا شریر، سر کے بہت گھنے بالوں کو اس بات کی اجازت کبھی نہیں دیتا ہے کہ وہ ہوا کی شرارتوں سے اِدھر اُدھر اُڑتے رہیں۔۔ داڑھیاں، انسانی مزاج کی تین شکلوں کے ساتھ ہی، مختلف چہروں کو چھونے کا ساہس کرتی ہیں۔۔ کہیں طبیعت کی بے نیازی، جاتی عمر کا بہانہ لیکر یا مذہبی طور طریقے کے تحت داڑھی کو پورے چہرے پر پھیلا دیتی ہے، لیکن پورے چہرے پر پھیلی ہوئی داڑھی کو ذرا سی ٹریمنگ سے سدھار لیا جاتا ہے۔۔ اور کہیں داڑھی سے چہرے کو سجانے کی شعوری کوشش، فرنچ کٹ داڑھی کے انٹرنیشنل پسندیدہ فیشن کو اُبھارتی ہے اور ڈاکٹر شاکر ہاشمی کی فرنچ کٹ داڑھی بہت زوردار ہے۔۔ گھنی، کالی اور اثر انگیز ہے۔۔ اُن کے چہرے کی پہچان کے یہی چار زاویے ہیں: بہت ہی گھنے سندر بال، سلیقے سے ترشی ہوئی داڑھی، سانولی رنگت کی من موہنی صورت اور وقت گفتگو، اُوپری ہونٹ کے نیچے چمکتے ہوئے دانت ، ڈاکٹر شاکر ہاشمی بیک وقت شاعر و کوی، شعری مجموعوں کے ساتھ کئی موضوعاتی کتابیں، ہندی، اردو اور انگریزی میں پیش کرنے والے، بہت ہی سنجیدہ صحافی، گفتگو اور مکالموں کو پسند کرتے ہیں، سیمینار اور سمپوزیم کے اچھے آرگنائزر ہیں، اتحاد، ملاپ اور یک جہتی کے لئے بہت کچھ کرتے ہیں، کرنا چاہتے ہیں مگر کسی بھی تقریب کے سلسلے میں، چندہ بٹورنے کے لئے باہر نہیں نکلتے، سماج اور سیاست کے اعلیٰ ترین منصب داروں کو، ہر زمانے میں، اپنے ساتھ رکھتے ہیں مگر دنیا، دولت، شہرت بٹورنے کے لئے انھیں کبھی استعمال نہیں کرتے، ایک دو نہیں کئی سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کی چیئر مین شپ کو قبول کر لینے کے لئے مسلسل دباؤ پڑتا رہا مگر سچے فقیروں کا سبق ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کو ہمیشہ یاد رہا۔

انور ندیم

"منجونشان"، راجیو نگر، کنجن بہاری مارگ، کلیان پوری لکھنؤ

مولانا پروفیسر شمس تبریز خاں
استاد شعبۂ عربی لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ

شاکر ہاشمی - ایک ہشت پہل نگینہ ہیں

برادرم ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی صاحب میرے دیرینہ دوستوں میں ہیں۔ اردو، ہندی، انگریزی اور بہت سے موضوعات ومضامین سے اچھی واقفیت رکھتے ہیں اور شعروادب کے ساتھ صحافت پر دسترس رکھتے ہیں۔ عملی طور سے ہندی اور اردو صحافت سے وابستگی رکھتے ہیں اور معیاری صحافت کے تقاضوں کی تکمیل میں سرگرم عمل ہیں۔

سماجی ومعاشرتی، دینی وادبی تقریبات میں پورا حصہ لیتے ہیں اور کانفرنس، سیمینار اور محفلیں منعقد کرتے رہتے ہیں اور عوام سے لے کر حکام تک ان کے روابط پھیلے ہوئے ہیں اور ان کا گھر دارالعوام بھی ہے اور بیت الحکام بھی۔

مخلص، دوست نواز، شریف اور سب کے کام آنے والے شخص ہیں۔ اپنی ان گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے وہ شہر کے معزز، ہردل عزیز اور محبوب ومحترم شخصیات میں بہت نمایاں اور منفرد مقام کے حامل ہیں۔

جناب سلطان شاکر ہاشمی ایک ہشت پہل نگینہ ہیں، ان کے جو نمایاں پہلو میرے سامنے ہیں ان کی روشنی میں ان کی دلچسپ شخصیت بہت متنوع اور رنگارنگ نظر آتی ہے وہ ایک شریف ونستعلیق انسان، ایک مخلص وسرگرم سماجی کارکن، ایک صاحبِ فکر ونظر صحافی، ایک ہردل عزیز ویارباش دوست، سیاست واقتدار کے حلقوں سے قریب مگر سیاست کی آلودگیوں سے پاک وصاف، اردو، ہندی اخباروں کے صحافی ومدیر

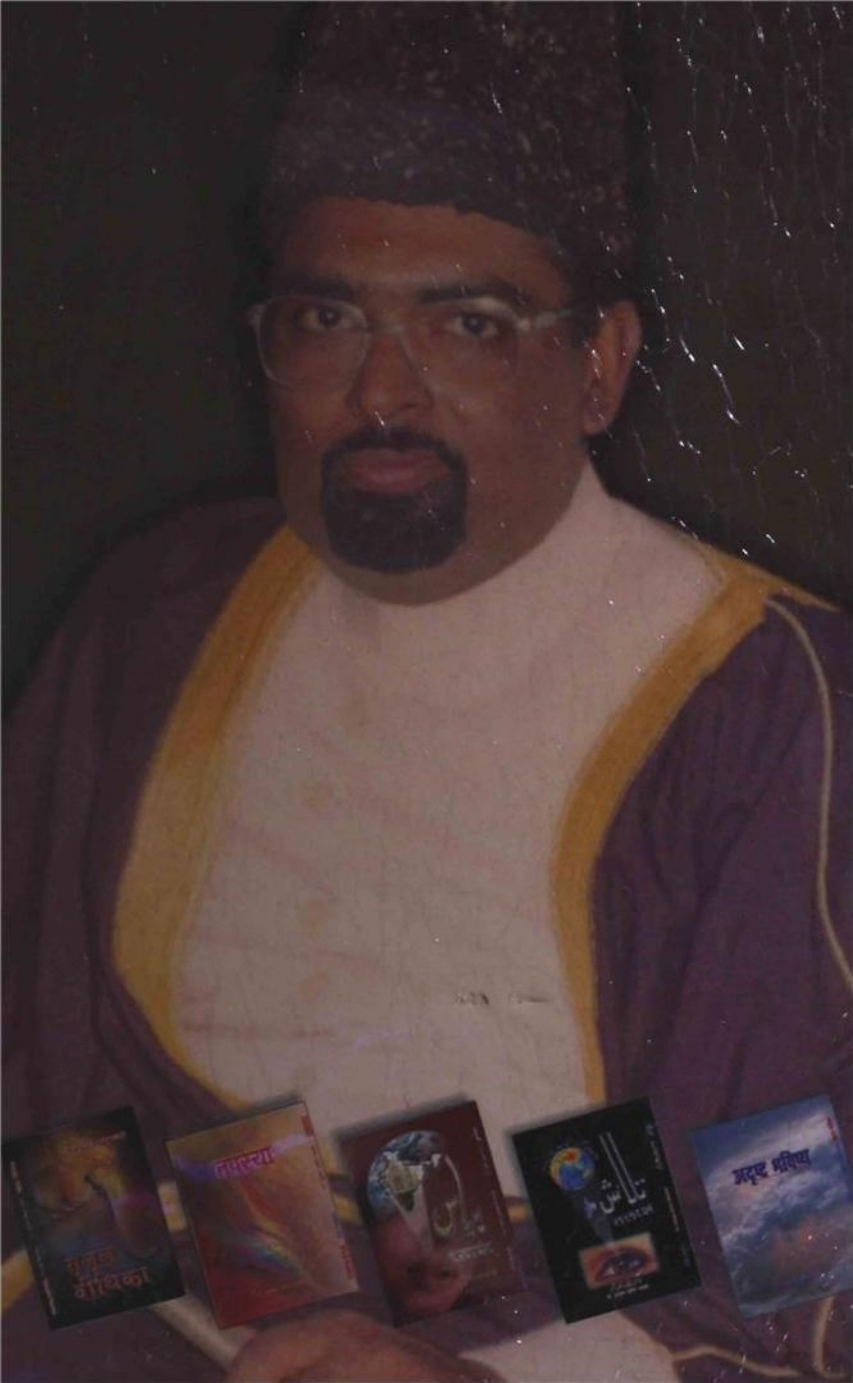

समस्या
तलाश

ہیں۔شہر کی ادبی و دینی سرگرمیوں میں پیش پیش، قومی وملی مسائل کے لئے فکر مند، ہندو مسلم اتحاد کے علم بردار، سماجی خرابیوں سے بیزار اور معاشرتی اصلاح کے لئے فکر مند اور ان سب کے ساتھ ایک صاحبِ دل اور دردمند شاعر، غرض کہ ان گوناگوں اوصاف ومحاسن کو دیکھتے ہوئے ان کی شخصیت کو کوئی ایک نام دینا بہت مشکل ہے ع

اے تو مجموعۂ خوبی بہ چہ نامت خوانم!

لکھنؤ کی مختلف ادبی و دینی محفلوں اور مجلسوں میں ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کی حاضری یقینی ہوتی ہے اور وہ شہر کی ان چند عمائدین و سربرآوردہ اشخاص میں ہیں جن کی ذات سے علم وادب اور دین وسیاست کی سرگرمیوں کو تقویت ملتی ہے۔ یادش بخیر! شہر کی اسی طرح کی ایک علمی وادبی انجمن ''تھاٹ فورم'' کے جلسوں میں بھی ان کی آمد ہوتی تھی جو احسان الٰہی مرحوم اور سیّد منوّر شیر مرحوم کے گھروں پر منعقد ہوتے تھے اور وہیں سے میری ان سے شناسائی شروع ہوئی جو بہت جلد دوستی میں بدل گئی، ان ادبی وشعری محفلوں میں ڈاکٹر شاکر ہاشمی کے عمدہ شعری وادبی مذاقِ شعروادب پر ان کی نظر اور خود ان کی سخن گوئی وسخن سنجی کا اندازہ ہوا، اور یقین ہو گیا کہ بقول جگر ورشید احمد صدیقی ''ایک اچھے انسان میں ایک اچھا شاعر چھپا ہوتا ہے'' جو نظم وغزل دونوں ہی پر اچھی دسترس رکھتا ہے، ایک دردمند دل اور فکر مند دماغ رکھتا ہے اور جو اپنے فکر وخیال کو بہترین شعری پیکر بھی عطا کر سکتا ہے''۔

ان کی غزلوں میں عصری حسّیت، اپنے زمانے کے رویّہ ورجحان کی پہچان، زندگی کی ناہمواریوں اور معاشرتی خرابیوں کا احساس بہت نمایاں ہے جو لطیف اور تعمیری طنز وتنقید کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اسی کے ساتھ تہذیبی اصول واقدار کی شکست وریخت اور مذہب واخلاق کی پامالی اور کس مپرسی بھی ان کے وجدان وشعور کو مہمیز کرتی ہے

احساس

شعری مجموعہ

مصنف

ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی

پیش کش

میڈیا فاؤنڈیشن اترپردیش

مطبوعہ

یونائٹیڈ انڈیا پبلیکیشن

۱۱۴/۳۲، نظیر آباد لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸ (یوپی) انڈیا

فون نمبر: ۲۲۱۴۷۱۴_۲۲۲۵۸۸۷_۲۰۰۸۰۵۸

اوران کے لہجے میں تندیٔ وتلخی اور تنقید وتعریض اور احتجاج کا انداز پیدا ہو جاتا ہے مگر یہ سب بڑے اعتدال وتوازن، متانت وسنجیدگی کے ساتھ ہوتا ہے جو دل ودماغ پر بار نہیں گزرتا بلکہ احساس وشعور کو ہلکے ہلکے بیدار وہشیار کرتا ہے۔

ان کے تغزل کا دوسرا نمایاں رجحان ان کی انسان دوستی اور شرافت ومروّت کے جذبات کی نمائندگی ہے وہ انسانی اقدار کی عظمت واہمیت پر بہت زور دیتے ہیں اور انسان کی طبعی وفطری نیکی اور انسانیت پر پورا یقین اور اس سے بڑی توقعات رکھتے ہیں اور زندگی ومعاشرے میں ان کے فروغ کے خواہاں ہیں اور ایک صالح وصحت مند انسانی معاشرے کے آرزومند ہیں جس میں شریفانہ انسانی اقدار، محبت ومروّت، ہمدردیٔ وانسان دوستی، اخوت ومساوات، امن وآشتی کا غلبہ ہو جو مشرقی نظامِ اخلاق ومذاہب خصوصاً اسلام کا مطلوب ومقصود ہے اور جو ہر سلیم الطبع اور سلیم الفطرت انسان کی آرزو وجستجو کا متقاضی ہے جس کے لئے انسان ماضی سے لے کر حال تک پریشان وفکرمند رہا ہے۔

ان کے تغزل کی تیسری نمایاں خوبی وخصوصیت اس کی نغمگیٔ وشگفتگی اور لطافت وپاکیزگی ہے ان کی اختیار کردہ اکثر بحریں بہت رواں دواں، مترنم اور خوش آہنگ ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان میں لطافت ونفاست، پاکیزگی اور سنجیدگی کا احساس ہوتا ہے اور وہ رکاکت وابتذال، جذباتی ہیجان، اور عریانیت سے یکسر خالی ہیں اور ان کے جذبات واحساسات میں ایک نظم وضبط، اعتدال وتوازن، اور متانت ومیانہ روی کا پتہ چلتا ہے، جو عصری اسالیب تغزل میں ایک کمیاب شے ہے۔

ان کا شعری اسلوب وآہنگ بھی بہت سادہ وسلیس، شستہ وشگفتہ، اور صفائی وروانی لئے ہوئے ہے اور ان کے یہاں ایہام وپیچیدگی کی جگہ ابلاغ

وترسیل اور اظہار و بیان کی وضاحت و صراحت لئے ہوئے ہے۔ جوان کے تغزل کا عیب نہیں بلکہ اس کی زیب و زینت بن گیا ہے، اور اس سے ان میں بے تکلفی و بے تصنعی اور فطری رنگ و آہنگ پیدا ہو گیا ہے۔

یہ ان کا تیسرا مجموعۂ کلام ہے جوان کے کلام کی مقبولیت کی دلیل ہے، ان کی شاعری کے قدر دانوں کا حلقہ بہت وسیع ہے اور اس میں ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے ممتاز لوگوں کے نام آتے ہیں مثلاً:۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، قتیل شفائی، مجروحؔ، کیفیؔ، خمارؔ، پروفیسر جگن ناتھ آزاد، ڈاکٹر محمد رضوان علوی، عرفان صدیقی، علی سردار جعفری، پروفیسر آل احمد سرور، عابد سہیل، مسٹر اٹل بہاری باجپئی، عمرؔ انصاری، فیروز نظامی، شفق شاہ چشتی، کرشن بہاری نور اور پروفیسر خان محمد عاطف وغیرہ۔

مجھے اُمید ہے کہ ڈاکٹر شاکر ہاشمی کا یہ تیسرا مجموعۂ کلام بھی مقبول عام ہوگا اور اردو غزل کے ذخیرے میں گراں قدر اضافہ کا باعث ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر شاکر ہاشمی اردو کے اچھے غزل گو شعراء کے درمیان ایک نمایاں مقام حاصل کرلیں گے، نیز میں دعا گو ہوں کہ وہ زندگی میں بہت ترقی کریں اور ملک و ملت کے روشن مستقبل میں ان کا بھی حصہ ہو

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

مولانا پروفیسر شمس تبریز خاں
مدح گنج، کھدرا، لکھنؤ

مولانا محمد جہانگیر عالم قاسمی
صدر فلاحی بیت المال، لکھنؤ

جذبۂ گرمیٔ گفتار ابھی باقی ہے

اُردو کے جواں سال اور مقبول شاعر ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی کی شاعری دل ونگاہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ ان کی شاعری کی فضا رنگین ہونے کے ساتھ ساتھ قدرے سنگین بھی ہے۔ انھوں نے زندگی کے تجربات، سماجی اور سیاسی انقلابات، ادبی اور صحافتی شکست وریخت سے جو کچھ حاصل کیا ہے۔ اس کو بڑی دانشمندی سے ادب کا حسین جامہ پہنا کر اردو شاعری میں منتقل کیا ہے۔ موصوف میں شاعرانہ صلاحیت کے علاوہ بہت سی ایسی خصوصیاتِ حسنہ بھی پائی جاتی ہیں جو دوسروں میں دور تک نظر نہیں آتیں۔ ان ہی خصوصیات کا احاطہ مختلف اصحابِ علم ودانش نے کیا ہے۔

ڈاکٹر شاکر ہاشمی نے اپنی شگفتہ تحریروں، کشادہ نظری اور وسیع المشربی سے صحافت اور علم وادب کی دنیا کو متاثر کیا ہے، سلطان ان کے نام کا حصہ ہے مگر وہ قلندر صفت انسان ہیں اور شکر وقناعت، صبر واستقلال عجز وانکساری ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

ڈاکٹر شاکر ہاشمی کے کلام میں قدیم وجدید شعراء کی علمی وادبی چاشنی ملتی ہے۔ معنی آفرینی کے ساتھ کلام میں گہرائی وگیرائی بھی، ان کے فکر وخیال کی علمی وادبی

آوارگی ان کے حق میں خوش آئند ہے کہ ان کا تصوراتی وتخیلاتی شعری سفر بغیر کسی ٹھہراؤ یا پڑاؤ کے جاری ہے۔

رفیقِ من ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی صاحب نے اپنے اشعار میں اعلیٰ انسانی اقدار کی بے حرمتی، فنکاروں کی بے وقعتی، رسم ورواج کا کھوکھلا پن، عوامی زندگی میں ناہمواریٔ وبے روزگاری پر اسلوب کی شائستگی، اندازِ بیان کی دلکشی، طرز ادا کی شگفتگی، لہجے کی ندرت، احساس کی نرماہٹ وگرماہٹ، اظہار کی بے ساختگی کے ساتھ جس حقیقت پسندی اور بصیرت وآگہی سے ضرب لگائی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا تیسرا شعری مجموعہ ''احساس'' دنیائے شعروادب میں ایک خوبصورت اور بیش قیمت تحفہ ہوگا۔ ان کے دو شعری مجموعے ''تلاش'' اور ''پیاس'' منظر عام پر آکر مقبول خاص وعام ہو چکے ہیں۔

مجھے پوری امید ہے کہ اہلِ ذوق اسے بھی قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ اور عوام وخواص اس سے بھرپور استفادہ کریں گے۔

خاکسار

محمد جہانگیر عالم قاسمی

امام وخطیب بڑی مسجد چکمنڈی، مولوی گنج، لکھنؤ

نعتؐ

دل تڑپتا ہے مدینے کی فضا کے واسطے
اب مجھے آقا بلا لیجیے خدا کے واسطے

لذّتِ عشقِ نبیؐ کیا ہے یہ اُن سے پوچھئے
جو تڑپتے ہیں درِ خیرالوریٰ کے واسطے

آمدِ شاہِ دو عالمؐ وجہِ عظمت ہے مگر
تھی یہ عظمت خاص بی بی آمنہؓ کے واسطے

اِک زمانہ ہو گیا مجھ کو کہ میں بیتاب ہوں
کوچۂ سرکارؐ کی آب و ہوا کے واسطے

موت کے بستر پہ سُو جانا بغیرِ احتیاط
کھیل تھا یہ بھی علیؓ شیر خدا کے واسطے

ترجمانی کر نہیں سکتا میں اس عالم کی جب
دل تڑپتا ہے محمدؐ مصطفیٰ کے واسطے

ان کی عظمت، ان کی شاں، ان کی محبت دیکھئے
منتظر رب ہیں محمدؐ مصطفیٰ کے واسطے

آج کل شاکرؔ ہمارا دل بہت بیتاب ہے
روضۂ آقا پے جاکے التجا کے واسطے

غزل

آپ مئے لائے ہیں یہ کون سے میخانے سے
سونگھئے خون کی بو آتی ہے پیمانے سے

کیا بگڑتا ہے اِک انسان کے مر جانے سے
چلئے اچھا ہوا چھٹی ملی دیوانے سے

رنگ بھرنا ہے جو تاریخِ محبت میں تو پھر
قرض لے لو کوئی ٹکڑا مرے افسانے سے

آج اِک بُت کو جو دیکھا تو خدا یاد آیا
ہم کو کعبے کی ضمانت ملی بُت خانے سے

میرے ساقی ذرا نظروں کا سہارا دینا
بوجھ توبہ کا سنبھلتا نہیں پیمانے سے

آج میخانے میں ساقی نے اُٹھائی جو نقاب
سب نے پیمانے کو ٹکرا دیا پیمانے سے

پھر تری یاد نے شب خون سا مارا دل پر
پھر نگاہوں سے برسنے لگے افسانے سے
جس نظر نے اسے دیوانہ بنایا تھا کبھی
وہ نظر آج بھی مشکوک ہے دیوانے سے

نہ نگاہوں میں مروّت ہے نہ وعدے کا خیال
ہم تو باز آئے جناب آپ کے یارانے سے

جن کی یادوں نے بنا رکھا ہے بیمار ہمیں
لیجئے وہ بھی اُٹھے جاتے ہیں سرہانے سے

پارسا حضرتِ شاکر ہیں اجی کیا کہئے
کل ہی دیکھا تھا نکلتے ہوئے میخانے سے

غزل

کچھ حرم میں کچھ صنم خانوں میں دیوانے گئے
ہوش تھے جن کے سلامت بس وہ مے خانے گئے

جانے کیا گزری کہ باہر گھر کے آجانے کے بعد
پھر کسی صورت پلٹ کر گھر نہ دیوانے گئے

گھٹتے گھٹتے گھٹ گیا ہے اس قدر معیارِ زیست
تھے نظر میں جتنے بھی جینے کے پیمانے گئے

کٹ نہیں پائی کسی صورت بھی دیوانوں کی بات
آئے خود بہکے ہوئے جو ان کو بہکانے گئے

پھر وہی کُنجِ قفس تھا، ہم تھے اور تنہائیاں
بس لحد تک ساتھ سارے اپنے بیگانے گئے

بستیوں میں تھی وہ ویرانی کہ با حالِ تباہ
چھوڑ کر سب کچھ بسانے لوگ ویرانے گئے

ان کے جاتے ہی جہانِ زیست برہم ہو گیا
شمع کے ہوتے ہی گل، محفل سے پروانے گئے

مدّتوں بعد آئینہ دیکھا تو شاکرؔ کیا بتائیں
آج اپنے آپ سے بھی ہم نہ پہچانے گئے

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

بار اوّل

نام کتاب : احساس Ehsaas

مصنف : ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی

پیش کش : میڈیا فاؤنڈیشن اتر پردیش

تعداد : گیارہ سو ۱۱۰۰

قیمت : تین سو روپیہ Rs. 300 (علاوہ محصول ڈاک)

Saudi Riyal 50/-, US $ 20/-, British Pound 20/-

سن اشاعت : ۲۰۰۷ء

مطبوعہ : یونائٹیڈ انڈیا پبلکیشن لکھنؤ

کتابت : اولمپیا کمپیوٹر انسٹیٹیوٹ لکھنؤ

ملنے کے پتے

یونائٹیڈ انڈیا پبلکیشن، ۱۱۴/۳۲، نظیر آباد، لکھنؤ، یوپی، انڈیا

میڈیا فاؤنڈیشن اتر پردیش، ۱۳۳/۱۳، امین آباد، لکھنؤ

غزل

وہ ہے پاس ہی گر، تو آجائے نا
چھپ اپنی نظر کو دکھا جائے نا

رہائی بھی پاکر کہاں جائے گا
پرندے سے اب تو اُڑا جائے نا

یہ ڈر مجھ کو سونے بھی دیتا نہیں
کوئی خواب سوتے میں آجائے نا

پُرانی ہے دنیا ہماری تو وہ
نئی کوئی دنیا بنا جائے نا

کہاں تک پیوں اشکِ غم اور ہنسوں
زہر اب یہ مجھ سے پیا جائے نا

چھپائے بھی چھپتا نہیں اس کا غم
کہوں بھی تو منہ سے کہا جائے نا

کہیں بھی چلے رنگِ اُلفت کوئی
بچے لاکھ کوئی، بچا جائے نا

یہ ہے ناتوانی میں عالم مِرا
جہاں بیٹھ جاؤں اُٹھا جائے نا

نہیں خوب شاکرؔ تڑپنا بہت
کوئی دیکھئے چھم سے آجائے نا۔

غزل

ہر خوشی تیرے لئے ہر ناخوشی تیرے لئے
اب تو ہم نے وقف کردی زندگی تیرے لئے

اشک آنکھوں میں ہیں دل میں بیکلی تیرے لئے
زندگی سے دور ہیں اب زندگی تیرے لئے

دردِ دل، مَرگ تمنا، حشرِ غم، سوزِ فراق
ہم نے ہر آفت سے کی ہے دوستی تیرے لئے

اللہ اللہ اہتمامِ جذبۂ ذوقِ نیاز
روک لی ہے جیسے غنچوں نے ہنسی تیرے لئے

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

اب کسی سے ہم غمِ دل کی شکایت کیا کریں
ہم نے جب غم پر لٹادی ہر خوشی تیرے لئے

تونے روشن کر دیئے بجھتی اُمیدوں کے چراغ
روح آنکھوں میں پلٹ کر آگئی تیرے لئے

کل ترے دم سے اندھیرا بھی تھا فخرِ کائنات
آج جیسے رو رہی ہے روشنی تیرے لئے

اے غمِ دل تجھ سے تھک کر مانگتے ہیں سب اَجل
میں اَجل سے مانگتا ہوں زندگی تیرے لئے

وائے قسمت آج تونے بھی اسے ٹھکرا دیا
جس نے دنیا بھر سے چھوڑی دوستی تیرے لئے

غزل

تیری خاطر صبح تک روشن ہیں پلکوں کے چراغ
ہم نے کی تھی شام سے یہ روشنی تیرے لئے

پوچھنے والے مرے جوشِ محبت کو نہ پوچھ
موت کو کہنا پڑا ہے زندگی تیرے لئے

اے دلِ ناکام قسمت ہی میں رونا ہے تو پھر
کس کے ہونٹوں سے اُڑا لاؤں ہنسی تیرے لئے

غیر تو ہیں غیر، غیروں کی شکایت کیا کریں
ہم نے اپنوں کی بھی دیکھی بے رخی تیرے لئے

داستانِ درد، شعروں میں سنانے کے لئے
اِک غزل شاکرؔ کی ہم نے یاد کی تیرے لئے

چلے ہیں چھوڑ کے آبادیوں کو دیوانے
مگر نصیب کی حد سے نکل نہیں سکتے

انھیں کو وقت نے بخشی ہے شاہ راہِ حیات
جو دو قدم بھی سلیقے سے چل نہیں سکتے

غزل

میرا حسنِ تکلّم میرے اندازِ بیاں تک ہے
تمہاری داستاں کا رنگ میری داستاں تک ہے

حقیقت کی نگاہوں سے جو دیکھیں دیکھنے والے
تو ہر آنسو بغیر الفاظ کی ایک داستاں تک ہے

پھر اس کے بعد میں خود موت کو آواز دے لوں گا
مجھے جینے کی حسرت بس تمہارے آستاں تک ہے

محبت نے وہ دامن دیدیا ہے میرے ہاتھوں میں
کہ وسعت جس کے اندر وسعتِ کون و مکاں تک ہے

زمیں سے آسماں تک ہے رسائی میری آہوں کی
ابھی تو ہر شکایت باغباں کی باغباں تک ہے

مری جانب سے جا کر آپ اُس مغرور سے کہدیں
تری منزل زمیں تک، میری منزل آسماں تک ہے

مری مشقِ سخن جادو سمو دیتی ہے شعروں میں
غزل کی شان اے شاکرؔ مرے حسنِ بیاں تک ہے

غزل

اُس دستِ ناز کا یہ کرشمہ اثر میں ہے
اِک لذتِ لطیف مِرے دردِ سر میں ہے

آغازِ شب میں ہے نہ طلوعِ سحر میں ہے
وہ اِک مزا جو لذّتِ دردِ جگر میں ہے

اب وہ نظر اُٹھا کے نہیں دیکھتے کبھی
مہمان جن کی یاد مِری چشمِ تر میں ہے

باہر گئی تو آگ لگا دے گی ہر طرف
وہ ایک گھر کی بات ابھی تک جو گھر میں ہے

شاید اسی کا نام سیاست ہے آج کل
لفظوں میں ہے جو پیار تو خنجر کمر میں ہے

غزلوں کا گلدستہ

تلاش

جس کی اشاعت ۱۹۹۶ء میں ہوئی۔ انتساب بنام محترم دادا حضور سید قادر علی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ اور محترم نانا جان شیخ قاضی شرافت علی علیہ الرحمہ جن کی دعاؤں اور شفقتوں کے سائبان تلے پروان چڑھا اور شعر و ادب کا پاکیزہ ذوق مجھ میں پیدا ہوا۔

غزلوں کا مجموعہ

پیاس

جس کی اشاعت ۲۰۰۱ء میں ہوئی جس کا انتساب بنام حضرت عمر انصاری اور دبستانِ لکھنؤ کے اساتذہ کے نام کیا۔

اب شعری مجموعہ **احساس** منظر عام پر ہے

انتساب

بیکراں خوبیوں اور صفات کے مالک، شہنشاہِ رباعیات

حضرت فیروز نظامی

اور دبستانِ لکھنؤ کے اساتذہ کے نام۔

سلطان شاکر ہاشمی

ہر ایک چیز روشن و بیدار ہو گئی
جب سے تمہارا نور مرے بام و در میں ہے

دنیا بدل گئی ہے مگر وہ تو یہ کہو
تھوڑی بہت بشر کی محبت بشر میں ہے

مصروفیت کا حال نہ پوچھو کہ آج کل
میں اپنے گھر میں ہوں مری دنیا سفر میں ہے

دنیا کا حال ہم سے نہ پوچھو کہ آج کل
ہر آدمی گھِرا ہوا خوف و خطر میں ہے

شاکرؔ یہ دردِ عشق یونہی رہنے دیجئے
اس کا شمار دولتِ قلب و جگر میں ہے

غزل

طعنہ دینے والے کب سب کا غم سمجھتے ہیں
ہم پہ جو گذرتی ہے اُس کو ہم سمجھتے ہیں

شر پسند جو بھی کچھ کہہ رہے ہیں کہنے دو
ہم وطن کے ہر غم کو اپنا غم سمجھتے ہیں

منزلِ شجاعت پر اُن کی اب ضرورت ہے
جو ہر ایک مشکل کو دو قدم سمجھتے ہیں

ان کو حالِ زار اپنا تھک گئے سنا کر ہم
وہ زیادہ سنتے ہیں اور کم سمجھتے ہیں

پیار اور محبت کے گیت گا رہے ہیں جو
آپ انہیں نہیں سمجھے ان کو ہم سمجھتے ہیں

تیری ایک جنبش سے شاہ بھی گدا ہو جائے
تیرے کارنامے ہم اے قلم سمجھتے ہیں

اُن کی چاند سی صورت اب نظر نہیں آتی
ہم تری ضرورت کو چشم نم سمجھتے ہیں

ہنسنے والا روتا ہے، رونے والا ہنستا ہے
آنسوؤں کی دنیا کا حال ہم سمجھتے ہیں

میرے دل کی دنیا کو عشق نے جو بخشے ہیں
داغ وہ بتاتے ہیں پھول ہم سمجھتے ہیں

فرق صرف اتنا ہے اِک ذرا سے پتھر کو
تم خدا سمجھتے ہو ہم صنم سمجھتے ہیں

یہ جفا کی پروائی یہ ستم یہ مہنگائی
آپ ہی کا ہے سب پر یہ کرم سمجھتے ہیں

جبر تو ذرا دیکھو، ہیں وہی خفا ہم سے
ہم جنھیں دل و جاں سے محترم سمجھتے ہیں

ہم نے ایک دن اپنا حالِ دل سنایا تھا
آپ کی نگاہوں میں کیوں ہے خم سمجھتے ہیں

دوسروں کے وعدوں کا حال دوسرے جانیں
اپنے قول کو شاکرؔ ہم قسم سمجھتے ہیں

۰۶۱۴

عشق کی راہوں پہ گر چلنا پڑے دو چار گام
مات کھا جائیں فرشتے بھی بشر کے سامنے

شعر کہنے کے لئے شاکرؔ محبت کی شراب
پہلے رکھ لیتے ہیں پیمانے میں بھر کے سامنے

غزل

خلافِ مصلحتِ عشق چل کے دیکھیں گے
اِس آگ میں بھی کسی روز جل کے دیکھیں گے

رہِ وفا میں یہ جس دن بھی کامیاب آبا
تو آدمی کو فرشتے نکل کے دیکھیں لے

حمایتِ غمِ محبوب کی ضرورت ہے
سیاستِ غمِ دوراں بدل کے دیکھیں گے

تِری ہنسی سے فقط آنسوؤں کو کیا بدلیں
بدل سکے تو مقدّر بدل کے دیکھیں گے

میں کس کا ہو کے رہوں گا بھلا زمانے میں
اگر جناب بھی تیور بدل کے دیکھیں گے

تری تلاش، تری جستجو میں ہم اِک دن
تعیّنات کی حد سے نکل کے دیکھیں گے

ڈبونے والے ذرا ان سے ہوشیار رہیں
ابھی یہ ڈوبنے والے اُچھل کے دیکھیں گے

ٹھہر ٹھہر ارے اُو انقلابِ وقت ٹھہر
ہم اور اِک نئی کروٹ بدل کے دیکھیں گے

ترے بغیر تو دیکھا ہے بارہا تجھ کو
ترے حضور بھی اِک روز چل کے دیکھیں گے

حقیر جان کے جو دیکھتے ہیں اے شاکرؔ
وہ ایک روز ہمیں ہاتھ مل کے دیکھیں گے

غزل

شروعِ محبت اثر ڈھونڈتا ہوں
سرِ شام نورِ سحر ڈھونڈتا ہوں

محبت کی خوش فہمیاں اللہ اللہ
غموں میں سکونِ جگر ڈھونڈتا ہوں

سمجھتا ہوں ناکام ہونا پڑے گا
بشر میں صفاتِ بشر ڈھونڈتا ہوں

فریبِ محبت کے غم سہتے سہتے
خوشی میں غمِ معتبر ڈھونڈتا ہوں

وہی دل، وہی لب ہیں، آہیں وہی ہیں
اثر کھو گیا ہے اثر ڈھونڈتا ہوں

خوشی ہو کہ غم موت یا زندگی ہو
محبت کے زیرِ اثر ڈھونڈتا ہوں

ہر اِک شب کو خوابوں کی دنیا میں جاکر
میں شاکرؔ خوشی کی سحر ڈھونڈتا ہوں

غزل

ہوتا ہے دکھ فراق کی حالت نہ پوچھئے
اب جو گذر گئی وہ قیامت نہ پوچھئے

ناصح کچھ اور پوچھئے لیکن مزاجِ دل
تا سرحدِ یقینِ محبت نہ پوچھئے

آتا ہے حرف چشمِ تمنا شناس پر
خود مجھ کو دیکھئے مری حالت نہ پوچھئے

یہ پوچھئے کہ سجدہ کیا کس کے واسطے
مجھ سے مرا طریقِ عبادت نہ پوچھئے

احساس

یہ شعری مجموعہ

فخر الدین علی احمد

میموریل کمیٹی حکومت

اتر پردیش کے مالی اشتراک

سے شائع ہوا۔

کھائے ہیں جان کر بھی زمانے میں کچھ فریب
مجبوریٔ جہانِ محبت نہ پوچھئے

سب جانتے ہیں آپ کے غم میں تباہ ہوں
بندہ نواز آپ تو حالت نہ پوچھئے

خود بڑھ کے جس کو دامنِ رحمت نے دی پناہ
اس اشکِ انفعال کی قیمت نہ پوچھئے

سہمی ہوئی نگاہ تو بہکے ہوئے قدم
شاکرؔ سے اُس کا طرزِ عبادت نہ پوچھئے

غزل

بڑے شاد تھے زندگانی سے پہلے
مگر سچ تو یہ ہے جوانی سے پہلے

یہ کیسی گھٹا ہے کہ توبہ کشوں میں
برسنے لگی آگ پانی سے پہلے

مجھے مجرمِ عشق فرمانے والے
ذرا پوچھ اپنی جوانی سے پہلے

سمجھتا نہ تھا کوئی رازِ محبت
مرے آنسوؤں کی روانی سے پہلے

نگاہوں نے دیکھا ہے دورِ مسرّت
مگر عشق کی مہربانی سے پہلے

اٹھاتے نہ ہم زندگانی کی نعمت
سمجھتے اگر زندگانی سے پہلے

اگر روکنا تھا محبت سے شاکرؔ
تو تکلیف کرتے جوانی سے پہلے

غزل

فریب راہِ محبت میں چل نہیں سکتے
حقیقتوں سے فسانے بدل نہیں سکتے

تم آگئے ہو تو آنسو نکل نہیں سکتے
چراغ سامنے سورج کے جل نہیں سکتے

نفس نفس جہاں سچائیاں مہکتی ہوں
وہ راستے مرے قدموں کو کھل نہیں سکتے

یہ دور وہ ہے کہ اے غافلانِ شام و سحر
بغیر کوششِ پیہم سنبھل نہیں سکتے

بغیر جذبۂ صادق بغیر حسنِ عمل
تم اُس نگاہ کا موسم بدل نہیں سکتے

چلے ہیں چھوڑ کے آبادیوں کو دیوانے
مگر نصیب کی حد سے نکل نہیں سکتے

انھیں کو وقت نے بخشی ہے شاہ راہِ حیات
جو دو قدم بھی سلیقے سے چل نہیں سکتے

اٹھ اے ندیم کہ دنیا ہے فکر و جہد کا نام
اب آنسوؤں سے مقدّر بدل نہیں سکتے

بدل رہی ہے تو بدلے فضا زمانے کی
فضا کے ساتھ ارادے بدل نہیں سکتے

کچھ اشک بن گئے کچھ درد اور کچھ افسانے
زباں کی حد سے جو شکوے نکل نہیں سکتے

یہ رازِ عشق جو چہرے پہ چھائے جاتے ہیں
تکلفات کے سانچے میں ڈھل نہیں سکتے

ہمارے شعر ادب کے چراغ ہیں اے دوست
جو غم نہ کھائیں تو ہیرے اُگل نہیں سکتے

خدا نے عقل عطا کی ہے جن کو اے شاکر
وہ لوگ سب کے اشاروں پہ چل نہیں سکتے

غزل

مبارک ہیں وہ عنواں جن سے کچھ افسانے بنتے ہیں
ہزاروں عاشقوں میں چند ہی دیوانے بنتے ہیں

نہ مر جانے کا ڈر ہے اور نہ جل جانے کا اندیشہ
نہ جانے کون سی مٹی سے یہ پروانے بنتے ہیں

ذرا اِن میکشانِ معرفت کا فیض تو دیکھو
جہاں دو بوند چھلکا دیں وہیں میخانے بنتے ہیں

ہر اِک ایجاد میں دیوانگی بھی شرط لازم ہے
جنہیں کچھ عقل ملتی ہے وہی دیوانے بنتے ہیں

میں مٹ کر اور مشہورِ زمانہ ہوتا جاتا ہوں
مِری اِک داستاں سے اب نئے افسانے بنتے ہیں

یہ دنیا ایک محفل ہے، یہ محفل ختم ہونے پر
انھیں آبادیوں میں سیکڑوں ویرانے بنتے ہیں

مِرا غم، میری آہیں، میری بیچینی، مرے آنسو!
وہ سب کچھ جانتے ہیں اور پھر انجانے بنتے ہیں

ستاتی ہیں انھیں بھی میری یادیں میرا غم لیکن
وہ دنیا کو دکھانے کیلئے بیگانے بنتے ہیں

سیاست کی یہ دنیا بھی عجب دنیا ہے اے شاکرؔ
ذرا سی بات کہہ دیجیے تو سو افسانے بنتے ہیں

غزل

بغیرِ خوبی و خدمت بشر اچھے نہیں لگتے
نہ جن میں پھول پھل ہوں وہ شجر اچھے نہیں لگتے

سفر کا لطف گھر کے بام و در اچھے نہیں لگتے
وہ جس دن سے گئے شام و سحر اچھے نہیں لگتے

وفا کے راستے میں تو ستم سہنا ہی پڑتے ہیں
ترے شکوے دلِ دیوانہ گر اچھے نہیں لگتے

دلوں میں پیار، چہرے پر شگفتہ پن نہ ہو جن کے
مجھے وہ صاحبانِ رہگذر اچھے نہیں لگتے

خدا رکھّے محبت نے نیا جادو جگایا ہے
انھیں اب میری آنکھوں میں گُہر اچھے نہیں لگتے

وہ جن کو سُن کے اِک مدت سے ٹس سے مس نہیں ہوتے
مجھے وہ نالہ ہائے بے اثر اچھے نہیں لگتے

رہِ غم پر اکیلا چھوڑ کر وہ جب سے بچھڑے ہیں
مجھے اِس دن سے خورشید و قمر اچھے نہیں لگتے

جنھیں دنیا سے اپنا حال تک کہنا نہیں آتا
حقیقت میں وہ اچھے ہوں مگر اچھے نہیں لگتے

خدا جانے مری قسمت کہاں سے ڈھونڈھ لائی ہے
کچھ ایسے ہم سفر جو ہمسفر اچھے نہیں لگتے

مجھے شاکرؔ یقیں ہوتا نہیں اب ان کے وعدوں کا
اب ان فرضی جہازوں کے سفر اچھے نہیں لگتے

غزل

شاکرؔ یہ صبحِ غم کو سحر کس نے کہدیا
کہنا نہ چاہئے تھا، مگر کس نے کہدیا

بعدِ فنا بھی تذکرے ہوں گے کبھی کبھی
کم ہوگا زندگی کا سفر کس نے کہدیا

رونے سے راہِ عشق میں مل جائے گا سکوں
تجھ سے یہ راز دیدۂ تر کس نے کہدیا

ایماں کے راستے پہ جسے ڈر ہو موت کا
سنئے اس آدمی کو بشر کس نے کہدیا

کچھ خاص خاص دل میں جو ہے ان کی جلوہ گاہ
ہر ایک دل ہے ان کا نگر کس نے کہدیا

نمبر شمار	ترتیب غزل	صفحہ نمبر
۱	حمد باری تعالیٰ	۸
۲	عرض مصنف	۹
۳	شاکر ہاشمی ایک ہشت پہل نگینہ۔ مولانا پروفیسر شمس تبریز خاں	۱۹
۴	جذبۂ گرمیٔ گفتار ابھی باقی ہے۔ مولانا جہانگیر عالم قاسمی	۲۱
۵	دل تڑپتا ہے مدینہ کی فضا کے واسطے	۲۳
۶	آپ مئے لائے ہیں یہ کون سے میخانے سے	۲۵
۷	کچھ حرم میں کچھ صنم خانوں میں دیوانے گئے	۲۷
۸	وہ ہے پاس ہی گر، تو آجائے نا	۲۹
۹	ہر خوشی تیرے لئے ہر ناخوشی تیرے لئے	۳۱
۱۰	تری خاطر صبح تک روشن ہیں پلکوں کے چراغ	۳۳
۱۱	مرا حسن تکلم مرے انداز بیاں تک ہے	۳۵
۱۲	اس دستِ ناز کا یہ کرشمہ اثر میں ہے	۳۷
۱۳	طعنہ دینے والے کب سب کا غم سمجھتے ہیں	۳۹
۱۴	خلافِ مصلحتِ عشق چل کے دیکھیں گے	۴۳
۱۵	شروعِ محبت اثر ڈھونڈتا ہوں	۴۵
۱۶	ہوتا ہے دکھ فراق کی حالت نہ پوچھئے	۴۷
۱۷	بڑے شاد تھے زندگی سے پہلے	۴۹

راہِ عمل میں سر کو ہتھیلی پہ رکھ کے چل
اس راہ میں ہے خوف و خطر کس نے کہدیا

جو دوسروں کے غم پہ نہ آنسو بہا سکا
وہ شخص جانور ہے بشر کس نے کہدیا

لیتے ہوں سانس جن کے مزاجوں میں تفرقے
اُن کو امینِ فتح و ظفر کس نے کہدیا

دردِ جگر تو عشق کا تحفہ ہے دوستو!
دردِ جگر کو دردِ جگر کس نے کہدیا

وہ اور مِرے خلاف یہ کیا کہہ رہے ہر تم
اخبار میں چھپی ہے خبر کس نے کہدیا

وہ روٹھ کر چلے گئے محفل سے خوامخواہ
شاکرؔ یہ اُن کو شعبدہ گر کس نے کہدیا

غزل

اسے تو سب سمجھتے ہیں کہ میرے دل پہ کیا گذری
میں پیاسا اُٹھ گیا تو ساقیٔ محفل پہ کیا گذری

قدم میں کھلبلی، رخ پر اُداسی، دل میں بیچینی
یہ عالم گھر پہ تھا ان کا تو پھر منزل پہ کیا گذری

زباں سے وعدۂ ترکِ محبت کر لیا ہم نے
مگر اس کو تو دل ہی جانتا ہے دل پہ کیا گذری

شکستِ حال کا غم مسکرا کر ٹالنے والو
شکستِ حال سے امیدِ مستقبل پہ کیا گذری

ہمیں تو کر دیا بیچین ان کی مسکراہٹ نے
مگر اب یہ نہیں معلوم ان کے دل پہ کیا گذری

ابھی تو شمع بھی روشن ہے پروانے بھی رقصاں ہیں
سویرا ہو تو پوچھیں گرمیٔ محفل پہ کیا گذری

نظر ملتے ہی جیسے بے محابہ گر پڑی بجلی
یہ عالم میرے دل کا ہے تو ان کے دل پہ کیا گذری

تڑپتا، اشک برساتا ہوا تو ہم نے دیکھا تھا
نہ جانے پھر نگاہِ ناز کے گھائل پہ کیا گذری

ہمیں تو موت نے بخشی حیاتِ جاوداں لیکن
ذرا قاتل سے جاکر پوچھئے قاتل پہ کیا گذری

تمہیں ہنستا ہوا دیکھا تو سب خوش ہوگئے شاکرؔ
مگر یہ تو بتاؤ عشق کی منزل پہ کیا گذری

غزل

اسیر کر کے جو زنداں میں لائے جاتے ہیں
اُنھیں بہار کے قصّے سنائے جاتے ہیں

یہ رعبِ منزلِ دیدار ارے خدا کی پناہ
سنبھل سنبھل کے قدم ڈگمگائے جاتے ہیں

جو سامنے تھے وہ جلوے نظر نے لوٹ لئے
جو بچ رہے تھے وہ دل میں سمائے جاتے ہیں

جنھیں تعلّیٔ کون و مکاں جھکا نہ سکی
وہ سر حضورِ محبت جھکائے جاتے ہیں

ہمارے شوق کی بیتابیاں ارے توبہ
قدم بغیر اُٹھے ڈگمگائے جاتے ہیں

کسی کی تُرش نگاہوں سے منھ نہ پھیر اے دل
یہ تیر وہ ہیں جو سینے پہ کھائے جاتے ہیں
حفاظتِ غمِ محبوب ارے خدا کی پناہ
کہ جیسے کوئی خزانہ چھپائے جاتے ہیں

وہ مجھ سے پوچھ رہے ہیں مزاجِ دل شاکرؔ
میں ہنس رہا ہوں مگر اشک آئے جاتے ہیں

غزل

ان کی جب تک نظر نہیں ہوتی
زندگی معتبر نہیں ہوتی

ان کی جانب جو اٹھ گئی ہے نظر
اب اُدھر سے ادھر نہیں ہوتی

بند لب آدمی رہے جب تک
شرحِ عیب وہنر نہیں ہوتی

ہم محبت میں مرنے والوں کو
زندگی کی خبر نہیں ہوتی

روکئے رکتی نہیں نگاہ مگر
بات دو دو پہر نہیں ہوتی

رات کا میں نے کیا بگاڑا ہے
رات کیوں کر بسر نہیں ہوتی

دل میں سیلاب سے اُمنڈتے ہیں
آنکھ اشکوں سے تر نہیں ہوتی

لاکھ عنواں بدل کے دیکھ لئے
داستاں مختصر نہیں ہوتی

آج ہنس کر بھی ہم نے دیکھ لیا
آنسوؤں سے مفر نہیں ہوتی

ان کے در کا نشاں نہ ہو جس پر
وہ جبیں معتبر نہیں ہوتی

زندگی جس کا نام ہے شاکرؔ
قیمتِ یک نظر نہیں ہوتی

غزل

یوں شکستِ دل کا منظر ہے نظر کے سامنے
جیسے شیشہ ٹوٹ جائے شیشہ گر کے سامنے

مال والے مال زر والے تھے زر کے سامنے
میں ہر اِک سے بچ کے آیا تیرے در کے سامنے

اے غرورِ وقت ہم سے اُلجھنیں اچھی نہیں
ہم جو کہتے ہیں دکھا دیتے ہیں کر کے سامنے

یوں قفس کے سامنے بکھرے پڑے ہیں چند پھول
رکھدیئے جیسے کسی نے پرکتر کے سامنے

عشق کی راہوں پہ گر چلنا پڑے دو چار گام
مات کھاجائیں فرشتے بھی بشر کے سامنے

یہ سیاست کا زمانہ ہے کہاں تک غم کریں
سیکڑوں بنتے بگڑتے ہیں نظر کے سامنے

شعر کہنے کے لئے شاکرؔ محبت کی شراب
پہلے رکھ لیتے ہیں پیمانے میں بھر کے سامنے

غزل

ہم نے جب جب قلم اُٹھایا ہے
آپ ہی کو قریب پایا ہے

بارہا ہم نے روشنی کے لئے
جان کر اپنا گھر جلایا ہے

سارا گھر شوق سے سجایا ہے
آج ہم نے اُنھیں بلایا ہے

عشق اُتنا ہی عرفِ عام میں ہے
میں نے جتنا اُسے چھپایا ہے

نمبر شمار	ترتیب غزل	صفحہ نمبر
۱۸	فریب راہِ محبت میں چل نہیں سکتے	۵۱
۱۹	مبارک ہیں وہ عنواں جس سے کچھ افسانے بنتے ہیں	۵۳
۲۰	بغیر خوبی و خدمت بشر اچھے نہیں لگتے	۵۵
۲۱	شاکر یہ صبحِ غم کو سحر کس نے کہہ دیا	۵۷
۲۲	اسے تو سب سمجھتے ہیں کہ میرے دل پہ کیا گذری	۵۹
۲۳	اسیر کر کے جو زنداں میں لائے جاتے ہیں	۶۱
۲۴	ان کی جب تک نظر نہیں ہوتی	۶۳
۲۵	یوں شکستِ دل کا منظر ہے نظر کے سامنے	۶۵
۲۶	ہم نے جب جب قلم اٹھایا ہے	۶۷
۲۷	وہ یوں شانوں پہ ڈالے گیسوئے نکہتِ پیام آیا	۶۹
۲۸	مجھے جس پر بھروسہ تھا وہی ہے نکتہ چیں میرا	۷۱
۲۹	اجداد سے ہم اپنے بغاوت نہیں کرتے	۷۳
۳۰	تری جب سے نظر بدلی ہوئی ہے	۷۵
۳۱	نام اس دور میں اپنا وہی کر جائیں گے	۷۷
۳۲	بہت دنوں سے اب ان کا بھی انتظار نہیں	۷۹
۳۳	وہ طنز و مذاق کا عالم کدھر گیا	۸۱
۳۴	چھینا ہے دل تو حسرت و ارماں بھی چھین لو	۸۳
۳۵	حوصلے دل کے بڑھائے رکھنا	۸۵
۳۶	یادِ جاناں سے کوئی رات نہ خالی جائے	۸۷
۳۷	اہلِ دل عشق میں جب خود کو مٹا دیتے ہیں	۸۹
۳۸	بغیر نقدِ وفا زندگی کی قیمت کیا	۹۱

اُس نے ہنس کر مجھے رلایا ہے
میں نے رو کر اُسے ہنسایا ہے

اُس کو میرا یقیں نہیں جس نے
بارہا مجھ کو آزمایا ہے

میرے دل کو نظر نہ لگ جائے
بعد مُدّت کے مسکرایا ہے

نہ بڑوں کا ادب نہ شرم وحیا
ہائے کیسا یہ دور آیا ہے

اپنا ہو چاہے غیر ہو شاکرؔ
ہم نے سب کو گلے لگایا ہے

غزل

وہ یوں شانوں پہ ڈالے گیسوئے نکہتِ پیام آیا
کہ جیسے جھٹپٹے کی چھاؤں میں ماہِ تمام آیا

مرے تلووں کے خوں کو مسکرا کر دیکھنے والے
تڑپ اٹھیں گے جس دن کوئی کانٹا زیرِ گام آیا

مجھے دستِ طلب خالی پلٹ آنے کا غم کیوں ہو
یہ تم سوچو کہ کس کی مقدرت پر اتّہام آیا

بسا جاتا ہوں ذہنوں میں دلوں کو چھینے لیتا ہوں
الٰہی کون یہ بازی گرِ لفظ و کلام آیا

فلک نے پھول برسائے تو پوچھا تک نہیں مجھ کو
کیا ایجاد کوئی غم تو پہلے میرا نام آیا

تمہارا ذکر بھی تھا باعثِ تسکینِ دل لیکن
تم آئے سامنے تو اور بھی لطفِ کلام آیا

محبت خود جوابِ جبر پر راضی نہ تھی ورنہ
ہزاروں زاویوں کے ساتھ لفظِ انتقام آیا

زمانے کے غموں پر ہم نے برسوں اشک برسائے
مگر جب ہم پہ آنچ آئی تو پھر کوئی نہ کام آیا

نگاہوں کا تصادم جرمِ تازہ تو نہیں شاکرؔ
ہزاروں مرتبہ یہ خوبصورت اِتہام آیا

غزل

مجھے جس پر بھروسہ تھا وہی ہے نکتہ چیں میرا
نہیں ہے کوئی بھی تو ہمنواء و ہمنشیں میرا

لئے تلوار پھرتا ہے جو میرے قتل کی خاطر
اگر ہوگا تو کوئی دوست ہوگا بالیقیں میرا

میں جانا بھی اگر چاہوں، تو اے لوگو کہاں جاؤں
ٹھکانا ہی نہیں سارے زمانے میں کہیں میرا

کچھ ایسا ربطِ باہم ہے کہ کوئی بھی ستم ڈھائے
اُنھیں کی سمت اکثر بڑھ کے جاتا ہے یقیں میرا

یقینِ باہمی نے کوششیں تو لاکھ کیں لیکن
زمانہ اب بھی دشمن ہے کہیں اُن کا کہیں میرا

چھپاتا ہوں میں اشکِ خوں مگر اب اس کو کیا کیجیے
کہ اکثر راز کہہ دیتی ہے میری آستیں میرا

یہ سر جھک ہی نہیں سکتا کسی بھی غیر کے آگے
یہ کہنے ساتھ دیتی رہتی ہے میری جبیں میرا

وہ کچھ گھبرائے گھبرائے تھے جانے کیوں سرِ محفل
مگر خوش ہوگئے سُن کر بیانِ دلنشیں میرا

کوئی محفل ہو ذکر اپنا ہی رہتا ہے زبانوں پر
نکلتا ہے قصور آخر کہیں اُن کا کہیں میرا

یہ بیتابی یہ بے چینی نہیں ہے بے سبب شاکرؔ
یقیناً منتظر ہوگا کوئی پردہ نشیں میرا

غزل

اجداد سے ہم اپنے بغاوت نہیں کرتے
بھولے سے دکھاوے کی محبت نہیں کرتے

اخلاص کے پابند ہیں اربابِ تصوّف
دل دیتے ہیں اور دل کی تجارت نہیں کرتے

ہر موڑ پہ مظلوم کے ہمراہ ملیں گے
ہم جبر و تشدّد کی حمایت نہیں کرتے

ان تاش کے پتوں سے نہ للچایئے ہم کو
برباد ہم اس شوق میں فرصت نہیں کرتے

سچ بات پہ بھی ان کو سزا دیتے ہیں کچھ لوگ
اِس دور میں تقسیم جو رشوت نہیں کرتے

چہرے پہ تاسّف ہے نہ آنکھوں میں ہیں آنسو
دشمن بھی تو اس طرح سے رخصت نہیں کرتے

سمجھایئے ان لوگوں کو کیا دیں گی کتابیں
وہ لوگ کتابوں کی جو عزّت نہیں کرتے

مشہور ہیں معکوس مزاجی میں وہ شاکرؔ
یہ بھی ہے محبت کہ محبت نہیں کرتے

غزل

تری جب سے نظر بدلی ہوئی ہے
مری شام و سحر بدلی ہوئی ہے
ہے منزل ایک شیخ و برہمن کی
مگر کچھ رہگذر بدلی ہوئی ہے
خدا جانے ہمارا حال کیا ہے
نگاہِ چارہ گر بدلی ہوئی ہے
تمہارے واسطے چھوڑا زمانہ
تمہاری بھی نظر بدلی ہوئی ہے
ہمارا کیا بگاڑے گی یہ دنیا
ہماری رہگذر بدلی ہوئی ہے
ملا جب سے تری زلفوں کا سایہ
جنوں کی دوپہر بدلی ہوئی ہے
محبت کا سفر کیسے کٹے گا
نگاہِ راہبر بدلی ہوئی ہے

فراقِ دوست کا احساس توبہ
سحر تو ہے مگر بدلی ہوئی ہے
ڈریں کب تک زمانے کی نظر سے
بدلنے دو اگر بدلی ہوئی ہے
نہ پوچھو وقت کی بے اعتباری
تمنّائے سفر بدلی ہوئی ہے
سنبھل کر چل یہ ہے راہِ محبت
یہاں ہر اِک ڈگر بدلی ہوئی ہے
سنا تھا آنے والے ہیں وہ، لیکن
کئی دن سے خبر بدلی ہوئی ہے
محبت کا سفر کیسے کٹے گا
نگاہِ ہمسفر بدلی ہوئی ہے
ہوائے وقت کے حملے تو دیکھو
ہر اِک شاخِ شجر بدلی ہوئی ہے
دعائیں مانگئے ربّ سے کہ شاکر
ہوائے بحر و بر بدلی ہوئی ہے

غزل

نام اِس دور میں اپنا وہی کر جائیں گے
آگ کو پھاند کے جو لوگ گذر جائیں گے

کام اب جنگ میں وہ لوگ ہی کر پائیں گے
جو ہتھیلی پہ سجائے ہوئے سر جائیں گے

ڈوبنے والوں کو ہنس ہنس کے نہ دیکھو یارو!
ڈوبنے والے بھی اِک روز اُبھر جائیں گے

رُوٹھ کر ان سے چلا جانا ہے آسان مگر
گھر پہ بھی چین نہ آیا تو کدھر جائیں گے

ظلم کو پیار بتاتے ہو چلو مان لیا
اب یہ تاریخ کے اوراق کدھر جائیں گے

وقت کی راہ پہ چلنا کوئی آسان نہیں
وقت انھیں مار ہی ڈالے گا جو ڈر جائیں گے

نمبر شمار	ترتیب غزل	صفحہ نمبر
۳۹	چلو تم آئے بڑی تم نے مہربانی کی	۹۳
۴۰	اُس نے جی بھر کے ستم لوگوں پہ ڈھایا ہوگا	۹۵
۴۱	تیری جانب بھی اِک دن اے دل بیمار دیکھیں گے	۹۷
۴۲	یہ دنیا کس قدر ہے پر خطر کہتے نہیں بنتا	۹۹
۴۳	شاکر ہاشمی بنیادی طور پر نظم کے شاعر ہیں۔ عابد سہیل	۱۰۱
۴۴	شاکر ہاشمی میں ہر سمندر کا ساحل بننے کی خداداد صلاحیت ہے۔ محمد عثمان غنی	۱۰۵
۴۵	ایک خوش فکر انسان شاکر ہاشمی۔ کرشن بہاری نور	۱۰۹
۴۶	بامروت وفا شعار شاکر صاحب۔ پروفیسر خان محمد عاطف	۱۱۱
۴۷	شاکر ہاشمی کی گفتگو میں سنجیدگی..... ڈاکٹر محمد اقتدار فاروقی	۱۱۵
۴۸	سلطان شاکر ہاشمی کی شخصیت اور شاعری۔ اقبال محشر رائے بریلوی	۱۲۳
۴۹	شاکر ہاشمی کی شاعری کا بنیادی خمیر..... بشیر فارقی	۱۲۹
۵۰	سلطان شاکر ہاشمی ایک تنوع الکمال شخصیت۔ حسین امین	۱۳۳
۵۱	شاکر ہاشمی دبستان لکھنؤ کا نمائندہ شاعر۔ سلمان علی خاں	۱۴۱
۵۲	شاکر ہاشمی شخصیت کی منجملہ خصوصیات..... اختر الملک	۱۴۷
۵۳	شاکر ہاشمی صفات اور شاعری۔ رضوان احمد فاروقی	۱۵۵
۵۴	شاکر ہاشمی کی شاعری میں مایوسی نہیں حوصلہ ملتا ہے۔ منظور پروانہ	۱۶۳
۵۵	ڈاکٹر سلطان شاکر ہاشمی ایک طلسماتی شخصیت۔ حامد اللہ قمر لکھنوی	۱۶۷
۵۶	شہزادۂ سخن سلطان شاکر ہاشمی میری نظر میں۔ ڈاکٹر تشنہ عالمی	۱۷۱
۵۷	زندگی کو پوری توانائی کے ساتھ برتنے والا نازک مزاج قلم کار۔ انور ندیم	۱۷۵

وہ کہ جو غیروں کا حق مار لیا کرتے ہیں
وہ بھی ہر چیز یہیں چھوڑ کے مر جائیں گے

کل بھی اِک جنگ میں یہ کہہ کے گئے ہیں کچھ لوگ
ہوں گے ناکام تو واپس نہیں گھر جائیں گے

ہم اِدھر گذرے تو پھر دل کے بہلنے کے لئے
ان کے کوچے میں ذرا دیر ٹھہر جائیں گے

ان کی نظروں سے ذرا دور ہی رہئے گا کہ وہ
نام بھی ہوگا نہیں کام بھی کر جائیں گے

آپ کی خود غرضی کا جو یہی حال رہا
اور کچھ روز میں حالات بکھر جائیں گے

ان کے وعدوں کو تو سچ مان لیا تھا لیکن
کیا خبر تھی ہمیں وہ کہہ کے مکر جائیں گے

ہم کو جن لوگوں سے ملنا نہیں ہوگا شاکرؔ
دستکیں دے کے وہ خود آپ گذر جائیں گے

غزل

بہت دنوں سے اب اُن کا بھی انتظار نہیں
مگر یہ کیا کہ ابھی تک مجھے قرار نہیں

کل انتظار میں کیفیّتِ اُمید تو تھی
اب انتظار کا صدمہ ہے انتظار نہیں

کھِلے ہیں پھول، اُداسی چمن پہ آج بھی ہے
ابھی بہار میں کچھ رونقِ بہار نہیں

وطن میں فرقہ پرستی بڑے عروج پہ ہے
یہ بات اور کہ ظاہر میں انتشار نہیں

نصیحتیں تو بہت خوب ہیں مگر ناصح
وہ دل بھی کیا جو محبت میں داغدار نہیں

عجیب بات کہ ہم سب کے غم کے ساتھ رہیں
مگر ہمارا کوئی اب بھی غمگسار نہیں

میں اس کو مظہرِ اوصاف کس طرح کہدوں
کہ جس مزاج میں تہذیب کا نکھار نہیں

دیئے ہیں غیروں نے شاکرؔ کچھ اس قدر دھوکے
کہ آج اپنوں کا بھی ہم کو اعتبار نہیں

غزل

وہ طنز وہ مذاق کا عالم کدھر گیا
دل پر لگی جو چوٹ تو چہرہ اُتر گیا

حاصل ہوا سکون دلِ بیقرار کو
برسی جو چشمِ شوق تو موسم نکھر گیا

جادو تھا یا کشش تھی یہ اُن کے جمال کی
دل اُن کے ساتھ ساتھ نہ جاتا مگر گیا

جس کو بھلا رہے تھے بڑی جستجو سے ہم
ہر راہ پہ وہ بن کے شریک سفر گیا

برسوں سے جس کی دید کو ترسے ہوئے تھے ہم
اِک شخص اُس کی مانگ میں سیندور بھر گیا

کیا جانے بات کیا ہے کہ اُس بزمِ ناز میں
ہنستا ہوا جو آیا وہ باچشمِ تر گیا

محفل میں اِک نظر بھی نہ کی میرے حال پر
اب پوچھتے ہیں سب سے کہ شاکرؔ کدھر گیا

غزل

چھینا ہے دل تو حسرت و ارماں بھی چھین لو
یہ عشق کا چراغِ فروزاں بھی چھین لو

ہر چیز چھین لی تو کسی روز آ کے تم
آنکھوں سے میری اشکِ پریشاں بھی چھین لو

دل پر نہ کوئی بوجھ رہے راہِ عشق میں
مرنے کا غم، حیات کا ارماں بھی چھین لو

تعبیر ہی کا ٹھیک نہیں ہے کہ کیا ملے
یہ زندگی کے خوابِ پریشاں بھی چھین لو

یہ موسمِ بہار کہ قسمت کی دین ہے
ہمّت ہو تو بہارِ گلستاں بھی چھین لو

جب ہے خزاں ہی سرخیِ افسانۂ حیات
بہتر ہے اب خیالِ بہاراں بھی چھین لو

اِس کا بھی ساتھ ٹھیک نہیں راہِ عشق میں
بہتر ہے خوفِ گردشِ دوراں بھی چھین لو

دم بھر قرار ہی نہیں جب سے گئے ہو تم
شاکرؔ سے آ کے ہجر کی گھڑیاں بھی چھین لو

غزل

حوصلے دل کے بڑھائے رکھنا
اپنے قدموں کو جمائے رکھنا

پھول کو گھیرے ہوئے ہیں کانٹے
تم بھی دامن کو بچائے رکھنا

زخمِ دل وجہِ اذیّت ہیں مگر
جب تلک عشق رکھائے رکھنا

نشۂ عشق سے ہے لطفِ حیات
دل کو تھوڑی سی پلائے رکھنا

غیر بھی وقت پہ کام آتا ہے
غیر کو اپنا بنائے رکھنا

ان سے اظہارِ محبت کے لئے
آنکھیں اشکوں سے سجائے رکھنا

آج نفرت کے اندھیرے ہیں بہت
پیار کا دیپ جلائے رکھنا

ایک دن ان کی ضرورت ہوگی
دل کے جذبات دبائے رکھنا

عزتِ نفس کی خاطر شاکرؔ
اپنے ہر غم کو چھپائے رکھنا

غزل

یادِ جاناں سے کوئی رات نہ خالی جائے
چشمِ پرنم کی ہی قندیل جلالی جائے

اِس قدر تنگیٔ ماحول الٰہی توبہ
کوئی اُمّید بھی اب دل میں نہ پالی جائے

منزلِ وقت پہ وعدوں کے سوا کچھ بھی نہیں
آؤ اب اور کوئی راہ کھنگالی جائے

کل وہ آجائیں گے اے دل تو تڑپتا کیوں ہے
اور اِک روز کی تکلیف اُٹھالی جائے

حمد

یہ سب کرم ہی کرم ہے، کرم کے جلوے ہیں
جو تو نہ چاہے تو ہم کیا ہماری شہرت کیا

بس اِک نگاہِ نوازش ہی تیری کافی ہے
کچھ اور مانگنے کی اب ہمیں ضرورت کیا

وہ خفا ہیں تو منانا ہی پڑے گا اُن کو
بات کرنے کی کوئی راہ نکالی جائے

یونہی تھک ہار کے بیٹھیں بھی تو آخر کب تک
چلو اُمید کی پھر شمع جلالی جائے

معرکہ زیست کا آسان نہیں ہے لیکن
دوستو! دیکھو کوئی وار نہ خالی جائے

ہر کسی کو نہیں ملتی ہے یہ نعمت شاکرؔ
دولتِ عشق سنبھالو جو سنبھالی جائے

غزل

اہلِ دل عشق میں جب خود کو مٹا دیتے ہیں
تب کہیں جا کے وہ اپنے کو صدا دیتے ہیں

ہم زمانے کے ہر اِک غم کو بھلا دیتے ہیں
جب بھی وہ کوئی غزل اپنی سنا دیتے ہیں

آپ ان شعلہ مزاجوں سے بہت دور رہیں
بس ذرا دیر میں یہ آگ لگا دیتے ہیں

توبہ کرلی ہے تو اب سامنے مت جایئے گا
وہ اشاروں سے بھی تھوڑی سی پلا دیتے ہیں

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

ان کو حالِ دلِ برباد سنائیں کیوں کر
اب وہ فریاد کے بدلے میں سزا دیتے ہیں

اپنے انجام کا کیا ہوگا انھیں اندازہ
حق پرستوں کو جو سولی پہ چڑھا دیتے ہیں

آپ مصرّوف ہیں دنیا کی تباہی کے لئے
ہم تو ویرانوں کو گلزار بنا دیتے ہیں

ایسے کردار کی تشریح سے قاصر ہے زباں
اپنے محسن کو جو دانستہ بھلا دیتے ہیں

چند تعریف کے جملوں کے علاوہ شاکرؔ
لوگ اِس دور میں فنکار کو کیا دیتے ہیں

غزل

بغیر نقدِ وفا زندگی کی قیمت کیا
اگر خلوص نہیں ہے تو پھر محبت کیا

زباں پہ پیار کی باتیں ہیں دل میں کچھ بھی نہیں
اگر یہی ہے محبت تو پھر محبت کیا

بس اِک نگاہِ نوازش ہی تیری کافی ہے
کچھ اور مانگنے کی اب ہمیں ضرورت کیا

خلوص ہوگا تو پھر بات اثر کرے گی ضرور
جو زندگی نہ بدل دے تو پھر نصیحت کیا

یہ سب کرم ہی کرم ہے کرم کے جلوے ہیں
جو تو نہ چاہے تو ہم کیا ہماری شہرت کیا

کچھ آپ اپنی کہیں اور کچھ ہماری سنیں
جناب اتنے تکلّف کی اب ضرورت کیا

ملا ہے زر تو غریبوں کے کام بھی آؤ
نہ جس سے خدمتِ مخلوق ہو وہ دولت کیا

ہم اپنے دور کی ہیں جنس بے بہا، لوگو
لگا سکے گا زمانہ ہماری قیمت کیا

کوئی نہیں، کسی گرتے کو تھامنے والا
اِسی کا نام ہے اِس دور میں اُخوت کیا

جو ایک لمحے میں دنیا ہی چھوڑ دے شاکرؔ
اِس آدمی کی جو سچ پوچھئے تو قیمت کیا

غزل

چلو، تم آئے بڑی تم نے مہربانی کی
یہیں سے کھل گئی قسمت مری کہانی کی

غمِ فراق چھپائے نہ چھپ سکا افسوس
میں چپ ہوا تو نگاہوں نے ترجمانی کی

شبِ فراق بہت ہی کٹھن تھی وہ تو کہو
تمہاری یاد نے محفل مِری سہانی کی

میں اپنی منزلِ مقصود پر جو آ پہونچا
یہ مجھ پہ ان کی محبت نے مہربانی کی

پھر اپنی زلفوں کو لہرا دو اپنے شانوں پر
اُڑا کے لائی ہیں خوشبو جو رات رانی کی

سکون ایک نہ اِک دن تو آ ہی جائے گا
ہمیں بھلا دیا تم نے یہ مہربانی کی

اب اپنے آپ کو پہچاننا بھی مشکل ہے
یہ انتہا ہے حقیقت میں بدگمانی کی

جو دیکھتا ہے وہی جھوم اُٹھتا ہے شاکرؔ
ہے روشنی سی ان آنکھوں میں سُرخ پانی کی

غزل

اُس نے جی بھر کے ستم لوگوں پہ ڈھایا ہوگا
خون لاکھوں کا سرِ عام بہایا ہوگا

سوگئے روتے بلکتے یوں ہی بھوکے بچّے
ماں نے ممکن ہے انھیں زہر پلایا ہوگا

آپ کو بھی کوئی انسان ستائیگا اگر
آپ نے بھی کسی انساں کو ستایا ہوگا

ذرا حالات کا آئینہ اُٹھا کر دیکھو
اہلِ گلشن نے ہی گلشن کو جلایا ہوگا

چلو چل کر ذرا پوچھیں تو ہوا کے رخ سے
پتھر آیا ہے تو کس سمت سے آیا ہوگا

ڈس لیا جب ہمیں اُس وقت یہ احساس ہوا
دودھ اِن ناگوں کو ہم نے ہی پلایا ہوگا

کچھ دنوں سے وہ پریشان نظر آتے ہیں
عشق کی آگ نے راتوں کو جگایا ہوگا

میں جسے ڈھونڈنے بازار چلا آیا ہوں
ایسا لگتا ہے مِرے گھر پہ وہ آیا ہوگا

کیا عجب اُس نے ہی لوٹا ہو چمن کو شاکرؔ
آپ نے جس کو نگہبان بنایا ہوگا